نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

اس شمارے میں

آنکھ والو عبرت حاصل کرو!

غزوۂ بدر

صیہونی منصوبے ناولوں کے رنگ میں

فدائے احرار مولانا گل شیر شہید رح

اکھنڈ بھارت مرزائیوں کا عقیدہ
ربوہ میں مرزائیوں کے اللّے تللّے

نفاذِ اسلام سے فرار کیوں؟

جو لوگ اسلام کے نظامِ حکومت سے دامن کشاں ہیں اور اقتدار نشیں ہو کر اسلامی نظام کے قیام سے فرار اختیار کرتے ہیں اور عوام کو اپنی ذہنیت کی اصلاح کے لئے کہتے ہیں وہ دراصل اسلام پر الزام دھرتے ہیں اور خود اسلام سے تہی داماں ہیں۔ جب سب کچھ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے تو پھر جس نام سے یہ طاقت حاصل کی گئی ہے اس سے یہ انحراف کیوں برتا جا رہا ہے۔

اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ وہ ایک ایسا نظام ہے جو از اول تا آخر اور تا بہ دیامِ قیامت ہر انسانی گروہ اور ہر انسانی جماعت کی خوش حالی اور برتری کا ضامن ہے وہ بنیادی سعادتوں اور دنیوی خوش نصیبیوں کا توشہ ہے اور ہم اس پر چل کر اپنے لئے، بنی نوعِ انسان کیلئے اور معاشرۂ انسانی کیلئے صحت مند مستقبل کی تعمیر کر سکتے ہیں۔

مسلمان اور موت کا خوف یکجا نہیں ہو سکتے، جو لوگ قرآنی نظامِ زندگی کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں انکی بینائی سلب ہو چکی ہے اور وہ اپنی نعش کو تابوت [illegible] کی تابوت سے تعبیر کرتے ہیں۔

بانیٔ احرار، مؤسس تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت
امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح
صوبائی احرار کانفرنس۔ لائل پور۔ ۲۳ مئی ۱۹۴۶ء

یکے از مطبوعات
تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت
(شعبۂ تبلیغ)
عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

افکارِ احرار

قائدِ احرار جانشینِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے فرمایا:

اگر انسان چاہتا ہے کہ اس کے قلب، اس کی رُوح، اس کے ضمیر اور اس کے وجدان پر نزولِ حق ہو اور وہ مہبطِ حق بنے تو اس پر واجب ہے کہ حیوانی خواہشوں اور لذتوں کے غبار کی دبیز تہوں میں دبے ہوئے نفس کی سسکیوں کو سُنے اور اُسے ان بلاؤں کے چُنگل سے چھڑائے، نفس کو اس دلدل سے نکالے، دماغ کو شیطانی وسوسوں سے پاک کرے۔

غلط عقائد

من گھڑت افسانوں

جھوٹی سماجی اقدار

کذّابوں کی روایات

لبرل ازم کی خرافات

جدیدیت کے جھاڑ جھنکاڑ سے

دنیاءِ دل کو پاک کرے، یہ کوڑا کرکٹ باہر پھینک دے

اور اس کائنات کے آخری تخت نشین سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کے جواہرِ آب دار کی روشن روشن طاقتور کرنوں سے

اپنی روح

اپنے وجدان

اور اپنے ضمیر کے ظلمت کدہ کی تاریکیوں کو مار بھگائے ۔۔۔ جو انسان اپنی داخلی مزاحمت کے کرب و الم کی ان کیفیتوں میں کامیاب ہو جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جسے کبھی کسی نے نہیں دیکھا وہ اپنے آپ انسان کے قلبِ مُزکّٰی روحِ مُصفّٰی اور ضمیر و وجدانِ مُجلّٰی کی راہداریوں سے گزرتا ہوا نفسِ منکسر کا مہمانِ گرامی نہ بن جائے

وَفِیٓ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۶﴾ (القرآن) اَنَا عِنۡدَ الۡمُنۡکَسِرَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ (الحدیث القدسی)

خطاب ۲۵ فروری ۱۹۷۲ء

ملتان

نقیبِ ختمِ نبوۃ

جون ۱۹۸۸ء

سلسلۂ اشاعت نمبر ۵

زیرِ نگرانی سرپرستی

سید عطاء المحسن بخاری
سید عطاء المؤمن بخاری
سید عطاء المہیمن بخاری
سید محمد کفیل بخاری
سید عبد الکبیر بخاری
سید محمد معاویہ بخاری
سید محمد ذوالکفل بخاری
سید محمد ارشد بخاری
سید خالد مسعود گیلانی

عبد اللطیف خالد ○ اختر جنجوا
عمر فاروق معاویہ ○ محمود شاہد
قمر الحق قمر ○ بدر منیر احرار

رابطہ: مدرسہ معمورہ
دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

قیمت: -/۳ روپے ◎ سالانہ -/۳۵ روپے

دل کی بات

آنکھ والو! عبرت حاصل کرو!

اقتدار کی طلب

اقتدار کے لئے رسہ کشی

اقتدار کے لئے شخصی چپقلش کا تسلسل

اقتدار کے لئے شخصیت کشی

اقتدار کے لئے بغض، کینہ توزی، حسد، عداوت، انتقام

اور اسی اقتدار کے لئے انسانی قتل

ہائے ہائے یہ اقتدار بھی کتنی بری شے ہے جس کے حصول کی خاطر خود کو انسان کہلانے والے ظلمتوں، دنائتوں اور باطنی غلاظتوں کے بلیک ہول سے گزرتے ہیں۔ تاریکیوں کے یہ خون آشام سپائیڈر اخلاقِ عالیہ کی تمام دیواریں پھلانگ جاتے ہیں اور عام انسانی اقدار کی حدود کو اس بری طرح پامال کرتے ہیں جیسے جنگل کا بھیڑیا ہرن کے بچے کو...! جب کہ اقتدار کے بھکاری و پجاری اس حقیقت کو جانتے و مانتے بھی ہیں کہ یہ اقتدار طوائف کے غمزہ و عشوہ سے بھی زیادہ ناپائیدار ہے ــــ مگر رشتۂ اقتدار کے لئے رال ٹپکانے والا یہ جمہوری جانور اور نشۂ اقتدار کا یہ بدمست جنگلی بھینسا ذلتوں اور رسوائیوں کے اس خاردار ہار کو بڑے چاؤ رچاؤ سے گلے میں ڈال کر فخر و سرور اور تکبر و غرور کا سر اونچا کئے رکھتا ہے اور خود کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا ابوالحکم سمجھے رہتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ ایسے ابوالحکم کی انتہا ابوجہل ہے۔

جو رگِ صحرائے زیست کو گلشنِ رعنا بنانے کے لئے اپنی عمر گنوا دیتے ہیں اور سب، مال و منال اور توانائیاں لٹا دیتے ہیں مگر لیلائے

اقتدار کے ساتھ شب باشی ان کے نصیب نہیں ہوتی اور شہر سیاست کی کڑی دھوپ میں انہیں زلفِ اقتدار کی گھنی چھاؤں تک میسر نہیں آتی تو حسرت و یاس کی یہ جامد تصویریں اور ان کی اذیت ناک پستی عبرت کا مرقع بن کے رہ جاتی ہے، پھر یہ وحشی سیاست انتقام کی تاریکیوں کے سانچے میں ڈھل کر سیاسی قحبہ گری کو پیشہ بنالیتا ہے۔ اور اقتدار کی دیوی چھیننے والوں کو کوستا ہے تمام پردیزی حیلوں سے خواص اور مقتدرین کو بلیک میل کرتا ہے اور یوں آئندہ الیکشن تک اپنے زخم چاٹتا رہتا ہے۔

ضرورتوں، حاجتوں اور خواہشوں میں گھرے پسے ہوئے لوگ اس گرگِ باراں دیدہ کو نامور سمجھتے ہیں ان کی جا و بے جا تعریف کرتے ہیں ان کی نظر نوازی کی تمنا کا روگ سینے میں سلگائے عذابِ التجا میں مبتلا رہتے ہیں اور موقع ملنے پر پیاسے کتے کی طرح آرزوؤں کی زبان لٹکائے ان کی دہلیز کو چاٹنے سے بھی نہیں چوکتے۔

پاکستان میں چالیس برس سے یہی سیاسی ناٹک رچایا جارہا ہے اور اس ناٹک کے بدکردار ایکٹرز وہی سرمایہ دار، جاگیردار اور بیوروکریٹس ہیں جو کبھی پنجاب سے سر اٹھاتے ہیں کبھی سندھ سے برآمد ہوتے ہیں اور کبھی بلوچستان اور صوبہ سرحد سے آنکھیں نکالتے ہیں یہ آنکھ مچولی امت کی فلاح اور پاکستان کی بقا کے لئے نہیں ہوتی اگرچہ نعرہ اسلام اور پاکستان کا ہوتا ہے مگر اس غوغا آرائی اور شور و شغب سے مقصود صرف اقتدار کی گاڈس سے متمتع ہونا ہے اور اقتدار کی یہ ڈھیٹ ڈائن جب تک چاہتی ہے متعہ کی کافرانہ لذتوں سے ان بوالہوسوں کو آشنا کرتی رہتی ہے اور جب بھی ان بتانِ بے رنگ کے مقابلہ میں کوئی دوسرا بت گل رنگ دکھائی دیتا ہے۔ یہ چڑیل ٹھڈے مار مار کر گھسیٹ گھسیٹ کر ان متمتعین کو فاترین کے گڑھے میں پھینک دیتی ہے۔ پھر یہ خاسرین بدرنگ کاروں ویران کوٹھیوں میں سازشوں اور بد معاشیوں میں مصروف ہو کر اپنی حرماں نصیبیوں کا مداوا ڈھونڈنے لگ جاتے ہیں اور مسافرانِ راہِ حق کا کوئی دل جلا ان مغرور و متکبر کفر شیوہ وڈیروں کے سامنے حق کی صدائے رستاخیز بلند کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔

چمن والوں سے مجھ صحرا نشیں کی بود و باش اچھی
بہار آکر چلی جاتی ہے ویرانی نہیں جاتی

ان خوفناک سنگین اور کربناک حالات میں احرار کی کیا ذمہ داری ہے کیا ہم بھی بعض مذہبی

بھیڑ بکریوں کی طرح اس سیلاب بلا میں بہہ جائیں یا طاغوتیت اور کفر و شرک کی ان تاریکیوں میں اور خود غرضیوں اور مفاد پرستیوں کی آندھیوں میں اتباعِ رسول، سنتِ رسول اور سنتِ اصحابِ رسول علیہم السلام کا چراغ جلائے آگے بڑھیں ان تاریکیوں کو نور دیں اور ان آندھیوں کو نسیمِ سحر میں بدل دیں۔ اللہ کا حکم تو پھر یہی ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر — تم میں سے ایک جماعت ضرور ایسی ہو جو خیر کی دعوت دیتی رہے

جس کی ہر صدا خیر ہو دعوت ہو جس کی ہر پکار بھلائی کی پکار ہو جو کامیابیوں کی سمت بلاتی رہے جس کا اپنا قبلہ بھی درست ہو اور امت کا قبلہ بھی درست کرے۔ کوئی سنے نہ سنے کوئی ساتھ چلے نہ چلے تو سناتا چلا چل اور خیر کی طرف بلاتا چلا چل اس راستے میں مشکلات و آفات منہ کھولے کھڑی ہیں گھبرانا نہیں خوف زدہ نہیں ہونا۔ رکنا نہیں سستانا بھی نہیں آگے ہی آگے بڑھنا ہے کہ اس عملِ نبوت کا تسلسل ہی اس کی روح ہے، ایثار و قربانی اس کا جسم اور اس کی منزلِ مقصود اللہ کی رضا ہے اور یہی سب سے بڑی آرزو و تمنا ہے۔

احرار کارکن : آپ پر واجب ہے کہ سیرت سازی و شخصیت سازی کے مقدس عمل کو جفاکشی سے مرحلہ وار آگے بڑھائیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا علم لہرانے پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی منزل پر پہنچ جائیں

مقصود کی منزل نہ ملی ہے نہ ملے گی
سینوں میں اگر جذبۂ احرار نہیں ہے

یا اللہ ! ہمیں اس عملِ خیر کے لئے قبول فرما
یا اللہ ! قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرما
یا اللہ ! لمحہ لمحہ ہماری نصرت فرما

یا اللہ ! مشکلات و مصائب میں استقامت و ثابت قدمی عطا فرما اور ہماری دستگیری فرما اور ہمیں کفار و مشرکین روافض و خاسرین پر غلبہ و فتح عطا فرما آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

پاکستان پائندہ باد ـــــــ حکومتِ الٰہیہ زندہ باد

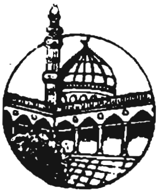

قسط ۲

غزوۂ بدر

افادات،
مولانا ابوالکلام آزادؒ
مرتبہ: مولانا غلام رسول مہر

موقع و محل بدر

بدر مدینہ منورہ سے قریباً اسّی میل مغرب مائل بر جنوب اس شاہراہ پر واقع ہے جو زمانۂ قدیم سے شام اور مکہ مکرمہ کے درمیان تجارتی قافلوں کی جولاں گاہ رہی ہے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے کے اور راستے بھی ہیں، جن میں سے بعض کا فاصلہ نسبتہً کم ہے مگر لوگ بدر ہو کر بھی آتے جاتے تھے اور حال میں جو پختہ سڑک موٹروں کے لیے حرمین شریفین کے درمیان بنائی گئی ہے۔ وہ بدر سے ہوتی ہوئی گئی ہے۔ بحیرہ احمر کے ساحل سے اس مقام کا فاصلہ دس بارہ میل سے زیادہ نہ ہوگا۔

بدر بیضوی شکل کے ایک میدان میں واقع ہے جسے چاروں طرف سے پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس میدان کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب ہے۔ اردگرد کے پہاڑوں کے نام الگ الگ ہیں۔ مشرقی جانب کے پہاڑوں یا ٹیلوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ شمال و جنوب میں دو سفیدی مائل ٹیلے ہیں اور دُور سے ریت کے بلند تودے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں سے شمالی ٹیلے کا نام "العدوۃ الدنیا" (قریب کا ناکا) اور جنوبی ٹیلے کا نام "العدوۃ القصویٰ" (دور کا ناکا) ہے۔ آخری ٹیلے کے پاس جو اونچا ٹیلا ہے اسے عقنقل کہا جاتا ہے۔ مغربی جانب کا ٹیلا "جبل اسفل" کہلاتا ہے۔ یہاں سے سمندر صاف نظر آتا ہے۔ سورۂ انفال میں بسلسلۂ غزوۂ بدر مسلمانوں اور قریش مکہ کے ٹھہرنے کی جگہوں کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

و اذ انتم بالعدوۃ الدنیا و ھم بالعدوۃ القصوٰی والرکب اسفل منکم ۔ (آیت ۴۲)	یہ وہ دن تھا کہ تم قریب کے ناکے پر تھے۔ ادھر دشمن دور کے ناکے پر تھا اور قافلہ تم سے نچلے حصے میں (یعنی سمندر کے کنارے) نکل گیا تھا۔

گویا پہلے دو نام یا تو نزول قرآن سے پیشتر موجود تھے یا پھر قرآن میں مذکور نام رکھ لیے گئے۔ البتہ "جبل اسفل" کا نام بظاہر یقینی طور پر نزول قرآن کے بعد رکھا گیا یا مشہور ہو گیا۔ قرآن میں "اسفل" کا تعلق پہاڑ سے نہیں، تجارتی قافلے کے نکل جانے کی سمت و جہت سے ہے، مگر وہ پہاڑ کے نام کا جزو لاینفک بن گیا ہے۔ سنا ہے کہ مشرقی جانب کے پہاڑ زیادہ بلند ہیں، ممکن ہے اس وجہ سے مغربی جانب کے پہاڑ کے لیے "جبل اسفل" نام موزوں سمجھ لیا گیا ہو، بلاشبہ یہ نام اسمائے تسمیہ میں سے ہے۔

آبادی کی کیفیت

آبادی بظاہر خاصی بڑی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ کئی سو مکان پتھر کے بنے ہوئے ہیں جنھیں مقامی اصطلاح میں "قصر" (جمع قصور) کہتے ہیں۔ دو مسجدیں عام نمازوں کے لیے ہیں۔ مسجد جامع جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے اس مقام پر ہے جہاں غزوۂ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "عریش" یعنی سائبان بنایا گیا تھا۔ یہ بلند مقام تھا، اس لیے وہاں سے پورے میدان کا ہر حصہ صاف نظر آتا تھا۔ اس مسجد کو "مسجد العریش" بھی کہتے ہیں اور "مسجد الغمامہ" بھی۔ آخری نام کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ اس نام کی ایک مسجد مدینہ منورہ میں بھی ہے۔ کتبے کے مطابق یہ مسجد "خوش قدم" کے زیر اہتمام ۲۱۔ ربیع الاول ۹۰۶ھ (۱۵۔ اکتوبر ۱۵۰۰ء) میں بنی تھی۔ یہی سال ہے، جب مصر کے برجی مملوک حکمرانوں میں سے اشرف قانصوہ غوری مسند نشین ہوا تھا اور اسی کو اس سلسلے کا آخری حکمران سمجھنا چاہیے۔ پھر مملوک سلطنت اور عباسی خلافت دونوں عثمانی سلطان سلیم کے حوالے ہو گئیں اور ترکوں کے دورِ خلافت کا آغاز ہوا۔ "خوش قدم" حکومت مصر کی طرف سے سرکاری تعمیرات کا مہتمم تھا۔

ترکوں کے عہد حکومت میں شریف عبد المطلب نے بدر میں ایک مستحکم قلعہ بنوایا تھا مگر بعد میں دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث وہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ چونکہ بدر ایک بڑا تجارتی مرکز اور مشہور شاہراہ تجارت کا نہایت اہم مقام تھا، اس لیے وہاں زمانہ جاہلیت میں بھی ہر سال میلہ لگتا تھا جو یکم ذی قعدہ تک رہتا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہر جمعہ کو یہاں بازار لگتا ہے۔ اس میں لوگ دور دور سے اشیا بغرض فروخت لے آتے ہیں مثلاً گھی، چمڑا یا چمڑے کی بنی ہوئی مختلف چیزیں، روغن بلساں، کمل، عبائیں، اونٹ، بھیڑ بکریاں وغیرہ۔ بعض اوقات گائیں بھی اس بازار میں آجاتی ہیں۔

میدان اور زمین

میدان سنگلاخ ہے، یعنی سنگریزے یا چھوٹے چھوٹے گول پتھر جا بجا بکھرے ہوئے ملتے ہیں البتہ جنوبی و مغربی حصے کی زمین نرم ہے۔ یہاں ریگ رواں اکٹھی ہو جاتی ہے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر بھی یقیناً اکٹھی ہو گئی ہوگی۔ اسی لیے روایتوں میں ہے کہ پیر دھنس دھنس جاتے تھے۔ لڑائی میدان کے اسی حصے میں ہوئی تھی۔ سورۂ انفال میں اس موقع پر افضال باری تعالیٰ میں سے بعض کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ
عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ
وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ
عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔
(آیت ۱۱)

جب ایسا ہوا تھا کہ اس نے (یعنی اللہ نے) چھا جانے والی
غنودگی تم لوگوں پر طاری کر دی تھی کہ یہ اس کی طرف سے
(یعنی اللہ کی طرف سے) تمھارے لیے تسکین و بے خوفی کا
سامان تھا اور آسمان سے تم پر پانی برسا دیا تھا کہ تمھیں
پاک و صاف ہونے کا موقع دے دے اور تم سے شیطان کے
وسوسوں کی ناپاکی دور کر دے۔ نیز تمھارے دلوں کی ڈھارس

بندھ جائے اور (ریتلے میدان میں) تمہارے قدم جما دے۔

اس آیت مبارکہ کے آخری ٹکڑے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ زمین نرم تھی۔ قدم اس میں دھنس رہے تھے۔ بارش ہوئی تو ریت کی تہہ جم گئی اور پیر دھنسنے کا معاملہ ختم ہو گیا۔ قریش کہ اس جانب مزید نشیب میں تھے۔ لہٰذا بارش نے مسلمانوں کے پڑاؤ میں تو زمین کو لڑائی کے لیے موزوں بنا دیا۔ طبقات ابن سعد میں ہے "مسلمان اڑتی ہوئی بالو پر اترے تھے۔ بارش ہوئی، جس سے وہ کوہ صفا کی مانند ہو گئی۔ لوگ اس پر آسانی سے دوڑ سکتے تھے۔" قریش کا پڑاؤ نشیب میں ہونے کے باعث دلدل کی شکل اختیار کر گیا۔

ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ اب اس مقام پر سرسبز نخلستان ہے۔ گویا اس حصے کی جو کیفیت نظر بنا تھے غزوۂ بدر کے موقع پر ہو گی، اب باقی نہیں رہی۔

چشمے اور باغات بدر میں کنوئیں بھی ہیں اور چشمے بھی۔ بڑا چشمہ جس کی حیثیت آغاز میں زمین دوز نہر کی ہے۔ آبادی کی مسجدوں تک پہنچتے پہنچتے سطح پر آ گیا ہے۔ یہ دونوں مسجدوں کے پاس سے گزرتا ہے یا کہنا چاہیے کہ مسجدیں اس کے کنارے بنائی گئی ہیں۔ اس لیے یہ چشمہ نمازیوں کے لیے وضو گاہ کا کام دیتا ہے۔ اسی سے نخلستانوں، باغوں اور کھیتوں کی آبیاری بھی ہوتی ہے نخلستان میلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سبزیاں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ کا بیان ہے، مدینہ منورہ سے بدر تک کا راستہ بھی بہت سرسبز ہے۔ بدر اور حمرا کے درمیان گھنا جنگل ہے جسے عیص کہتے ہیں۔ غالباً یہ وہی مقام ہو، جس کا ذکر حضرت حمزہؓ کے سریہ سیف البحر میں آیا ہے۔ نیز جہاں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ابوبصیرؓ مقیم ہو گئے تھے اور مکہ مکرمہ کے مظلوم مسلمان ان کے پاس جمع ہونے لگے تھے۔ ان کی وجہ سے قریش کی تجارتی شاہراہ خطرے میں پڑ گئی تھی اور انھوں نے دل کی رضامندی کے بغیر مدینہ منورہ پہنچے ہوئے مسلمانوں کو واپس کر دینے کی جو شرط معاہدۂ حدیبیہ میں لکھوائی تھی، اسے خود منسوخ کرا دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مسلمانوں کو اپنے پاس بلا لیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ مدینہ و بدر کے درمیان میٹھا پانی بکثرت ملتا ہے۔ اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے لیے عمدہ چراگاہیں ہیں۔ اونٹ کی سواری سے دس گھنٹے میں مدینہ منورہ سے بدر پہنچ جاتے ہیں اور موٹر میں زیادہ سے زیادہ اڑھائی تین گھنٹے کا راستہ ہو گا۔

آویزش گاہ حق و باطل یہی وہ مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے حق و باطل کے درمیان تصادم کی پہلی امتحان گاہ بنایا۔ حق کو ظاہری وسائل و اسباب کی فرومایگی کے باوصف کامرانی و فیروز مندی سے سرفراز کیا اور باطل کو ساز و سامان کی فراوانی، نیز تعداد کی کثرت کچھ فائدہ نہ پہنچا سکی۔ وہ سر کے بل شکست فاحش کے غار میں گر گیا

اور اس کی پیشانی پر ذلت و نامرادی کی آسمانی مہریں لگ گئیں۔ غزوۂ بدر سے باطل کی جانکنی کا دَور شروع ہوا۔ چھ سال کے بعد قریشِ مکہ کی زبانوں پر اسی وجودِ مقدس و مزکیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کریمی و رحیمی کے ترانے جاری تھے، جس کی دعوتِ حق کو روکنے کے لیے وہ لوگ بزعمِ خود عرصۂ روزگار تنگ کر دینے کے منصوبے باندھ رہے تھے۔

فریقین کی کیفیت

اصل جنگ زیادہ تفصیل کی محتاج نہیں، لیکن فریقین کی قوتوں کا موازنہ اور حرب و ضرب کا تمام منظر مع نتائج پیش کر دینا ضروری ہے کیونکہ مولاناؒ نے جنگ پر صرف سرسری تبصرہ فرمایا ہے۔ سب سے پہلے فریقین کے قوائے جنگ کا نقشہ سامنے لائیے:

(الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی تعداد تین سو سے کسی قدر زاید تھی۔ یہ تعداد مختلف روایتوں میں تین سو پانچ سے تین سو اُنیس تک بتائی گئی ہے۔ ان میں سے مہاجرین چوہتر یا چھتر تھے، باقی سب انصار تھے۔ ان کے ساتھ دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ گھوڑوں میں سے ایک مقدادؓ بن عمرو کا اور دوسرا مرثد بن ابی مرثد الغنوی کا تھا۔ اس سلسلے میں زبیرؓ بن العوام اور مصعبؓ بن عمیر کے نام بھی آگئے ہیں۔ ہر اونٹ کی سواری میں تین تین افراد شریک تھے اور باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلعم کے شریکِ مرکب ایک حضرت علیؓ تھے اور دوسرے ابو لبابہؓ جنہیں الروحا سے مدینہ منورہ کے قائم مقام کی حیثیت میں واپس کر دیا گیا تھا۔ دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم خوشی سے پیدل چلیں گے، آپ سواری فرمائیں۔ فرمایا: "نہ تم دونوں پیادہ روی میں مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو اور نہ میں ثواب حاصل کرنے سے بے نیاز ہوں"۔ یعنی پیدل چلنے کا ثواب زیادہ ہے تو میں اسے کیوں چھوڑوں؟ یہ ہے نبوی قیادت اور نبوی مساوات۔ مسلمان لیڈر ان بنیادی امور سے بالکل غافل ہو گئے ہیں اور انھوں نے اپنی برتری کے لیے سیکڑوں بہانے تلاش کر لیے ہیں، جو صرف مکر و نظر کے فریب ہیں۔

(ب) قریش کے لشکر کی تعداد کم از کم ساڑھے نو سو تھی اور ان کے ساتھ ایک سو گھوڑے تھے۔ اونٹوں کی کثرت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ہر منزل پر وہ نو یا دس اونٹ ذبح کرتے چلے آئے تھے۔ زرہیں اور باقی سازوسامانِ جنگ بھی ان کے پاس بہت زیادہ تھا لیکن ریت کی دیواریں اٹھا لینا ممکن ہو تو ہو، مادی سازوسامان کی زیادتی باطل کو کیونکر اور کب تک قائم و استوار رکھ سکتی ہے؟ جس کی فطرت ہی نیست و نابود ہونا اور جھاگ کی مانند اڑ جانا ہو۔ اس کے لیے پائندگی کا کیا سوال ہے؟ البتہ حق کو اپنے اثبات کے لیے آزمایش کی مختلف منزلوں سے گزرے بغیر چارہ نہیں۔

دعائیں

سعدؓ بن معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ٹیلے پر سائبان سا بنا دیا تھا۔ ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ سعدؓ بن معاذ دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ آپ نے رات دعاؤں میں گزار دی۔ مولانا شبلی مرحوم نے لکھا ہے:

یہ عجیب منظر تھا۔ اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت خشوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے: "خدایا تونے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے آج پورا کر۔" محویت اور بے خودی کے عالم میں چادر کندھے سے گر گر پڑتی تھی اور آپؐ کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ کبھی سجدے میں گرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدایا اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تُو پوجا نہ جائے گا۔[۵]

صف بندی

صبح ہی صبح آپؐ نے صف بندی کی۔ تیر دست مبارک میں تھا۔ اس سے صفیں سیدھی کرتے ہوئے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے گئے۔ جو آگے تھا اسے پیچھے کرتے، جو پیچھے تھا اسے آگے بڑھنے کا حکم دیتے۔ اسی موقع پر سوادؓ بن غزیہ کا واقعہ پیش آیا۔ سوادؓ صف سے آگے بڑھے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر سے ان کے بطن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا سوادؓ برابر ہو جاؤ۔ سوادؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپ نے مجھے تکلیف دی۔ آپؐ کو اللہ نے حق و عدل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، مجھے بدلہ دیجیے۔ آپ نے بطن مبارک سے کپڑا اٹھا دیا اور فرمایا، سوادؓ بدلہ لے لے۔ سوادؓ نے بے تابانہ بطن مبارک چوم لیا۔ پوچھا یہ کیا؟ عرض کیا، جنگ کا معاملہ ہے شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ جی چاہا کہ آپؐ کی جلد مبارک سے میری جلد مس کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خیر دی۔

صف بندی کے بعد پھر سائبان یعنی عریش میں جاکر مصروف دُعا ہو گئے۔

قریش نے بھی صف بندی کر لی تو عُمیر بن وہب کو مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے گھوڑے پر ہر طرف چکر لگایا۔ یہ بھی دیکھا کہ اسلامی لشکر کا کوئی حصہ چھپا ہُوا تو نہیں۔ پھر بتایا کہ کم و بیش تین سو آدمی ہیں مگر ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی اس وقت تک نہ مرے گا، جب تک تم میں سے کسی کو مار نہ لے گا۔ پھر بتاؤ اس کے بعد تمہارے لیے زندگی میں کیا لُطف ہوگا؟

ابوجہل کی فتنہ انگیزی

حکیم بن حزام نے عتبہ سے کہا حضرمی کے قتل کی بنا پر یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ اس کا خون بہا دے دیجیے۔ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ عتبہ تیار ہو گیا۔ ابوجہل نے سنا تو ایک طرف عتبہ کو بے ہمتی کا طعنہ دیا، دوسری طرف حضرمی کے بھائی کو اکسایا۔ اس نے کپڑے پھاڑے اور بھائی کا ماتم شروع کر دیا۔ یوں پہلے بھی ابوجہل ہی قریش کو بدر لایا تھا، حالانکہ قافلہ بچ نکلنے کی اطلاع پاکر وہ واپس جا رہے تھے۔ اب جنگ روکنے کے بجائے ناکام صورت حال پیدا ہو رہی تھی، اسے بھی برباد کرنے کا ذمہ دار ابوجہل ہی ٹھہرا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی یہی تھی، حق کا یہ سب سے بڑا دشمن باطل کو تصادم پر نہ صرف اکسائے، بلکہ اسے یقینی بنا دے۔ جنگ کی آگ بھڑکے تو اس کا ایندھن خود بھی بنے اور دوسرے بڑے بڑے ساتھیوں کو بھی بنائے۔

---

[۵] سیرۃ النبیؐ ص ۲۹۷ - ۲۹۸۔

جنگ

جنگ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ دستور کے مطابق پہلے شیبہ، اس کا بھائی عتبہ اور اس کا بیٹا ولید میدان میں نکلے۔ مسلمانوں کی طرف سے عوفؓ اور معوذؓ، ابنا، عفرا اور عبداللہؓ بن رواحہ مقابلے کے لیے اٹھے مگر رسول اللہ صلعم نے انہیں روک دیا اور اپنے خاندان میں سے حمزہؓ، علیؓ اور عبیدہؓ بن حارث کو بھیجا۔ عتبہ، شیبہ اور ولید تینوں مارے گئے۔ لیکن عبیدہؓ بھی سخت زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ انہیں کندھے پر اٹھا کر لائے۔ مدینہ منورہ واپس ہوتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔ قریش میں سے عبیدہ بن سعید بن العاص لوہے میں ڈوبا ہوا نکلا۔ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ زبیرؓ بن العوام نے تاک کر برچھا آنکھوں میں مارا۔ عبیدہ گرا اور ختم ہوگیا۔

پھر عام لڑائی شروع ہوگئی۔ قریش مکہ کے کئی اکابر پے در پے مارے گئے۔ معاذؓ اور معوذؓ ابنا ے عفرا نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے پوچھا کہ ابوجہل کون ہے؟ جب معلوم ہوگیا تو دونوں نوجوان بازوں کی طرح جھپٹے اور صفوں کو چیرتے ہوئے ابوجہل کے پاس جا پہنچے۔ جاتے ہی ایسا سخت وار کیا کہ ابوجہل گر گیا۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے معاذ کے بازو پر تلوار ماری جس سے ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا۔ نوجوان معاذؓ نے کٹا ہوا ہاتھ پاؤں تلے دبا کر تسمہ بھی الگ کر دیا کیونکہ وہ جنگ میں حائل ہو رہا تھا۔ پھر عبداللہؓ بن مسعود نے ابوجہل کا سر کاٹا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمادی تھی کہ جن لوگ بادل ناخواستہ ساتھ آئے ہیں لہٰذا انہیں قتل نہ کیا جائے۔ ان میں عباس اور ابوالبختری بھی شامل تھے۔ صحابہؓ نے ان احکام کی پوری تعمیل کی۔ ابوالبختری اس لیے مارا گیا کہ وہ تنہا جان بخشی پر راضی نہ ہوا اور اپنے رفیق کو بھی بچانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اجازت لازم تھی۔

امیہ بن خلف کو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بچا لینا چاہا لیکن بلالؓ اسے دیکھ کر خاموش نہ رہ سکے۔ انصار کو خبر دی۔ چنانچہ امیہ اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے۔

غرض قریش مکہ کے ستر آدمی مارے گئے۔ ان میں بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ مثلاً شیبہ، ابوجہل (عمرو بن ہشام)، ابوالبختری (العاص بن ہشام)، زمعہ بن الاسود، امیہ بن خلف، منبّہ بن الحجاج وغیرہ۔ ستر ہی اسیر ہوئے جن میں حضور صلعم کے چچا عباس، داماد ابوالعاص بن الربیع اور علیؓ کے بھائی عقیل بھی تھے۔

شہدائے بدر

صحابہ کرام میں سے چودہ شہید ہوئے، ان میں سے چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے تھے۔

مہاجرین: ۱۔ عبیدہؓ بن حارث بن المطلب۔

۲۔ عمیر ابن ابی وقاص سعد بن ابی وقاص کے بھائی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے نکلتے وقت کم عمری کی بنا پر عمیر کو واپس کر دینا چاہتے تھے لیکن وہ رو پڑے۔ اس لیے ساتھ لے لیا۔ شہادت کے وقت صرف سولہ سال کی عمر تھی۔

۳۔ عمیر بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی۔

۴۔ مہجع (حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام) جنگ بدر کے پہلے شہید غالباً یہی تھے۔

۵۔ صفوان بن بیضا۔

۶۔ عاقل بن البکیر اللیثی۔

انصار: ۷۔ عمیر بن الحمام کھجوریں کھا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جہاد کی فضیلت سُنی تو کھجوریں پھینک دیں۔ چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی تلوار نکالی اور کئی آدمیوں کو مار کر خود بھی شہادت پائی۔

۸۔ سعدؓ بن خیثمہ	(اوسی انصاری)
۹۔ مبشر بن عبدالمنذر	(״ ״)
۱۰۔ یزید بن حارث	(خزرجی انصاری)
۱۱۔ رافع بن المعلّٰی	(״ ״)
۱۲۔ حارثہ بن سراقہ	(״ ״)
۱۳۔ عوف بن عفرا	(״ ״)
۱۴۔ مُعوِذ بن عفرا	(״ ״)

لاشوں کی تدفین

اپنے شہدا کو تو دفن کرنا ہی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کوئی بھی لاش کہیں نظر آ جاتی تو اسے دفن کرا دیتے۔ چنانچہ قریش کی تمام لاشیں آپ نے ایک گہرے گڑھے میں ڈلوا کر اوپر مٹی کی تہ جموا دی۔ امیہ بن خلف کی لاش پھول گئی تھی کیونکہ اس نے زرہ پہن رکھی تھی۔ لوہے کی زرہ نے حدت آفتاب کا عمل تیز کر دیا، اس لیے اسے گڑھے تک لے جانا ناممکن نظر آیا تو جہاں لاش پڑی تھی وہیں اس پر مٹی ڈلوا دی۔

ابولہب کسی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکا۔ اس نے اپنے ایک مقروض کو چار ہزار درہم کے بدلے میں بھیج دیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد بیمار ہوا اور بڑی ہی بُری حالت میں مرا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں

میں نے بعض امور کا تذکرہ نظر انداز کر دیا کیونکہ وہ سیرت کی عام کتابوں میں ملتے ہیں مثلاً کنکریاں پھینکنے اور "شاہت الوجوہ" (چہرے بگڑ گئے) فرمانے کا واقعہ یا ملائکہ مقدسہ کی امانت و نصرت کا واقعہ۔ قرآن مجید میں ہے و ما جعله الله الا بشرٰی ولتطمئن به قلوبکم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کئی دعائیں مذکور ہیں مثلاً بدر کی طرف تشریف فرمائی کے وقت ایک مقام پر دعا فرمائی "یا اللہ یہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) بھوکے ہیں انہیں سیر کر۔ یہ برہنہ ہیں انہیں لباس عطا فرما۔ یہ پیدل چل رہے ہیں ان کے لیے سواری کا انتظام کر دے۔"

دیکھیے مال دنیا کے لیے حضور علیہ السلام کی دعا محض کفایت تک محدود رہی آگے نہیں بڑھی۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں میدان جنگ سے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے آتا تھا۔ آپ سجدے میں گرے

ہوئے تھے اور "یا حیّ یا قیوم" فرما رہے تھے۔ آگے کوئی لفظ سننے میں نہیں آرہا تھا۔

جنگ میں فتح پائی اور ابوجہل کا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا تو تین مرتبہ فرمایا، اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو (اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) پھر کہا اللّٰہ اکبر، الحمد للّٰہ الذی صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ۔ (اللہ کے لیے حمد و شکر ہے جس نے اپنا وعدہ نصرت سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تمام گروہوں کو اس یگانہ و یکتا نے شکست دے دی)

دیکھا! یہاں بھی اپنے رفیقوں کی فداکاری، شان عزیمت و استقامت، بے مثل بہادری، مفاسد حق کے لیے بے دریغ جانبازی یا ایسی کسی چیز کا ذکر نہ کیا حالانکہ ان میں سے ہر معاملہ روز روشن کی طرح آشکارا تھا۔ خدا کی حمد و ستایش کی۔ جس نے فتح عطا فرمائی، و ما النصر الّا من عند اللّٰہ۔

سفرِ مراجعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین روز بدر میں قیام فرما رہے۔ پھر قیدیوں اور مال غنیمت کے ساتھ منزل بہ منزل مراجعت فرمائی۔ اسیران قریش میں سے دو دین کے بڑے دشمن تھے اور ان سے مسلمانوں کو بے حد اذیت پہنچ چکی تھی انھیں قتل کرا دیا۔ صفرا میں پہنچے کر مال غنیمت بہ حصہ مساوی تقسیم فرمایا۔ اپنا حصہ بھی صحابہ کے برابر تھا۔ اس سلسلے میں اس شمشیر کا ذکر ضروری ہے جس نے ذوالفقار کے نام سے بڑی شہرت پائی۔ یہ اسی جنگ میں ہاتھ میں آئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھ لی گئی۔ اونٹوں میں سے ایک اونٹ ابوجہل کی ملکیت میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا، جس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا۔ یہ اونٹ حدیبیہ روانہ ہوتے وقت قربانی کے جانوروں میں شامل کر لیا گیا تھا اور معاہدۂ حدیبیہ کے بعد اسے ذبح کیا گیا۔ صفرا میں نضر بن حارث بن کلدہ کو سزائے موت ملی۔ عرق الظُّبیہ میں پہنچے تو عقبہ بن معیط کو قتل کی سزا دی۔

قاصدانِ فتح

مدینہ منورہ پہلے ہی دو قاصد بھیج دیے تھے۔ مدینہ منورہ کے لیے زیدؓ بن حارثہ اور عالیہ کے لیے عبداللہؓ بن رواحہ کو۔ زیدؓ بن حارثہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عثمانؓ اور دوسرے لوگ حضرت رقیہؓ کی تدفین سے فارغ ہو چکے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے تو حضورؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ (اہلیہ عثمانؓ) سخت بیمار تھیں، اسی وجہ سے عثمانؓ کو اہلیہ کی تیمارداری کے لیے چھوڑنا پڑا۔ یہ رکنا اضطراری تھا اس لیے عثمانؓ کا حصہ برابر رکھا گیا۔ اس طرح بعض اور صحابہ بھی کارہائے خاص پر مامور تھے، ان کا حصہ بھی غازیانِ بدر کے ساتھ تھا۔ حضرت رقیہؓ کی وفات جنگ بدر کے دن یا ایک روز بعد ہوئی۔

قیدیوں سے حسنِ سلوک

مدینہ منورہ پہنچتے ہی اسیران جنگ کو مختلف اصحاب میں تقسیم کر دیا گیا کیونکہ کوئی خاص قیدخانہ تو تھا نہیں جہاں انھیں رکھا جاتا۔ ان میں سے ابوعزیز بن عُمیر (برادر مصعبؓ بن عمیر) کا بیان ہے کہ مجھے جن کے حوالے کیا گیا وہ ناشتے یا کھانے کے وقت روٹی میرے حوالے کر دیتے تھے اور خود کھجوریں کھاتے۔ مجھے شرم محسوس ہوتی، روٹی واپس کرتا مگر وہ پھر میرے حوالے کر دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور ارشاد خصوصی کا کرشمہ تھا۔

یہ ایک اور منظر دیکھیے۔ ایک روز مصعبؓ بن عمیر بھائی کے پاس سے گزرے تو اس کے حوالے داروں سے کہا، اسے خوب گرفت میں رکھنا۔ اس کی ماں بڑے ساز و سامان والی ہے۔ شاید وہ اس کا فدیہ دے کر چھڑا لے۔

ابو عزیز بولا، بھائی صاحب! کیا آپ کو میرے متعلق یہی وصیت مناسب معلوم ہوئی ہے؟ مصعبؓ بولے: تو میرا بھائی نہیں، یہ لوگ میرے بھائی ہیں۔

ابو عزیز کی والدہ نے جو مصعبؓ کی بھی والدہ تھی پوچھا کہ کسی قیدی کا زیادہ سے زیادہ فدیہ کتنا دیا گیا ہے؟ بتایا گیا: چار ہزار۔ اس نے چار ہزار درہم دے کر بیٹے کو رہا کرا لیا۔

فدیے کی مختلف صورتیں

غور و مشورہ کے بعد قرار پایا:

۱۔ اسیروں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے۔

۲۔ فدیہ کی زیادہ سے زیادہ رقم چار ہزار درہم فی کس رکھی گئی ہے لیکن اتنی استطاعت صرف تھوڑے ہی لوگوں میں تھی۔

۳۔ اس بڑی رقم کے بعد بعض کے لیے تین ہزار، بعض کے لیے دو ہزار اور بعض کے لیے ایک ہزار مقرر ہو گئے۔

۴۔ جن کی استطاعت اتنی بھی نہ تھی، مگر وہ پڑھے لکھے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو رہا کر دیے جائیں گے۔ زیدؓ بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔

۵۔ جو کچھ بھی نہیں دے سکتے تھے۔ انہیں محض احسان رکھ کر چھوڑ دیا گیا۔

چنانچہ حضرت عباسؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خاندانی افراد سے بھی باقاعدہ فدیہ لیا گیا۔ ابوالعاص بن الربیع (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد یعنی حضرت زینبؓ کے شوہر) بھی شامل تھے۔ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت زینبؓ کو فدیہ کی رقم کے لیے کہلا بھیجا۔ اس رقم میں حضرت خدیجہؓ کا وہ ہار بھی آیا تھا جو مرحومہ نے بیٹی کو شادی کے موقع پر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے یہ ہار گزرا تو بہت سی پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ بے اختیار چشم ہائے مبارک سے آنسو بہ نکلے۔ فرمایا:

تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔

چنانچہ یہ ہار بے تامل واپس کر دیا گیا اور اس کی قیمت ابوالعاص کے فدیے میں محسوب ہو گئی۔

ابوالعاص پھر سامان تجارت لے کر شام گئے۔ اس وقت حضرت زینبؓ مدینہ منورہ آ چکی تھیں۔ واپسی کے وقت ان کا قافلہ لٹ گیا لیکن ایک ایک چیز محفوظ رہی۔ ابوالعاص مدینہ منورہ پہنچ کر زینبؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر ان کی ہر چیز واپس کر دی گئی۔ وہ مکہ مکرمہ گئے، سب کی ایک ایک چیز لوٹائی اور خود واپس آ کر مسلمان ہو گئے۔

مسئلہ تاریخ غزوہ

آخر میں تاریخ کا مسئلہ رہ جاتا ہے جو ذرا سی کاوش کا باعث ہے۔ زیادہ تر دن جمعہ کا بتایا گیا ہے اور تاریخ ۱۷ رمضان ۲ھ۔ اگر ۱۷ رمضان کو درست تسلیم کر لیا جائے تو

یہاں کی کتب تقویم کے مطابق دن منگل کا ثابت ہوتا ہے۔ مصر کے بعض مورخوں نے دن بدل کر جمعہ کے بجائے منگل اختیار کرلیا ہے۔ میرے نزدیک دن میں ہیر پھیر کا امکان کم اور تاریخ میں زیادہ تھا۔ اتفاق سے طبقات ابن سعد میں ابو ایوب انصاری کا ایک بیان مل گیا کہ یا تو رمضان کے سترہ دن گزر چکے تھے اور تیرہ دن باقی تھے یا گیارہ دن باقی تھے اور انیس دن گزر چکے تھے[۱]۔ تقویم کے مطابق رمضان ۲ھ کی ابتدا ۲۲ فروری ۶۲۴ء سے ہوئی۔ اس روز یک شنبہ تھا لہٰذا ۱۷ کو منگل اور ۱۹ کو جمعرات ہوگی۔ روایت کی بنا پر ایک روز کا تقدم و تاخر ممکن ہے، نہ کہ چار روز کا۔ میرا اندازہ ہے کہ غالباً ۱۹ والی روایت ہی درست ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مولف)

عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے اراکین و معاونین

متوجّہ ہوں

۲۲، ۲۳، ۲۴ جون ۱۹۸۸ء کو ملتان میں منعقد ہونے والا آل پاکستان احرار ورکرز کنونشن گرمی کی شدت کی وجہ سے تا اطلاعِ ثانی ملتوی کر دیا گیا ہے۔ تمام احرار کارکنوں کو مرکز کی طرف سے سرکلر کے ذریعے نئے پروگرام سے جلد مطلع کیا جائے گا۔

عبداللطیف خالد چیمہ
مرکزی سیکرٹری اطلاعات

---

[۱] جلد دوم ص ۲۱۔

مولانا محمد عارف سنبھلی، استاذ تفسیر، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قادیانیت کے مقابلہ کا صحیح طریقہ

مرزا غلام احمد قادیانی خدا کے دین اور اپنی ذات کے بارے میں مختلف اوقات میں بہت ہی مختلف اور متضاد باتیں کہتے رہے ہیں، مثلاً ایک وقت وہ تھا جب انہوں نے سارے دین کو پوری طرح محفوظ اور متواتر بتلاتے ہوئے لکھا تھا۔

"پس اگر قاعدے سے احادیث کو دیکھا جائے تو ان کے اکثر حصہ کو جس کا معین مددگار سلسلۂ تعامل ہے آحاد کے نام سے یاد کرنا، بڑی غلطی ہوگی، اور درحقیقت یہی ایک بھاری غلطی ہے جس نے اس زمانے کے نیچریوں کو صداقت اسلام سے بہت ہی دور ڈال دیا، وہ خیال کرتے ہیں گویا اسلام کی وہ تمام سنن اور وضوا در عبادات اور سوانح اور تواریخ جن پر حدیثوں کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ صرف چند حدیثوں کی بناء پر ہی قائم ہے، حالانکہ یہ ان کی فاش غلطی ہے، بلکہ جس تعامل کے سلسلہ کو ہمارے نبی صلعم نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا تھا، وہ ایسا کروڑہا انسانوں میں پھیل گیا تھا، کہ اگر محدثین کا دنیا میں نام ونشان بھی نہ ہوتا تب بھی اس کو کچھ نقصان نہ تھا۔"

(شہادۃ القرآن صڈ)

مرزا صاحب کا مطلب یہ ہے کہ دین کے عقائد واعمال پہلے تواتر کا درجہ حاصل کر چکے تھے پھر بعد میں محدثین نے اسی تواتر کو کتابوں میں روایات کی شکل میں محفوظ کیا تھا۔ پھر اپنے اسی عقیدہ کو اور زیادہ زور اور وضاحت کے ساتھ اس طرح لکھتے ہیں۔

وجوہات جو ایک بدیہی امر کی طرح ہے، یہی ہے کہ ائمہ حدیث کا اگر لوگوں پر کچھ احسان ہے تو صرف اس قدر کہ وہ جو ابتداء سے تعامل کے سلسلہ میں ایک دنیا ان کو مانتی تھی، ان کی اسناد

کے بارے میں ان لوگوں سے تحقیق و تفتیش کی اور یہ دکھلا دیا کہ اس زمانہ میں موجودہ حالت میں جو کچھ اہلِ اسلام تسلیم کر رہے ہیں یا عمل میں لا رہے ہیں، یہ ایسے امور نہیں جو بطور بدعات اسلام میں اب مخلوط ہو گئے ہیں، بلکہ یہ وہی گفتار و کردار ہے جو آں حضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمائی تھی"

(شہادۃ القرآن ص۶)

ان دونوں عبارتوں میں مرزا صاحب نے پورے دین کو صریح طور پر متواتر قرار دیا ہے، اور تمام اخبار احاد (یعنی غیر متواتر احادیث) کو بھی تواتر کا ریکارڈ بتلایا ہے، اور اپنے زمانے کے نیچریوں کے متعلق کہا ہے کہ وہ دین کی اس بدیہی حقیقت سے ناواقفیت کے باعث ہی اسلام سے بہت دور جا پڑے ہیں۔

یہ تھا پہلے دور میں احادیثِ نبوی کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ، و اعلان کہ وہ ساری کی ساری متواتر ہیں اور ان کو خبر واحد یعنی غیر متواتر سمجھنا سخت جہالت اور شدید گمراہی کا باعث ہے مگر جب ان کے دماغ نے ہدایت سے ضلالت کی طرف کروٹ لی تو پھر انہوں نے احادیث کو معتبر یا غیر معتبر ٹھہرانے کے جملہ حقوق اپنے حق میں محفوظ کرا لئے، چنانچہ انہوں نے کھلے الفاظ میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے احادیث کے ردّ و قبول کے معاملہ میں حکم کی حیثیت عطا فرمائی ہے لہٰذا اب تمہاری روایتوں اور تمہارے محدثین کی سندوں کا کوئی اعتبار نہیں، بس میں ہی جس حدیث کو صحیح بتلاؤں اس کو صحیح جانو اور جس کو میں غلط ٹھہراؤں اسے غلط تسلیم کرو، مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کا حکم یعنی فیصلہ کرنے والا، تم میں نازل ہو کر، تمہاری حدیثوں کے انبار میں سے کچھ لیتا اور کچھ رد کر دیتا، سو یہی ہوا، وہ شخص حکم کس بات کا ہے جو تمہاری باتیں مانتا جائے اور کوئی بات رد نہ کرے۔" (اربعین ۴، ص۲۷)

دو تین سطر کی اس عبارت کے ذریعہ مرزا صاحب نے اپنے ان سابق بیانوں کو جن میں انہوں نے پورے دین اور تمام حدیثوں کو متواتر قرار دیا تھا، دھو کر بالکل صاف کر دیا۔ اب مرزا صاحب ایسے بدلے کہ ارشاداتِ نبوی کو رسول کی حدیث کہنا بھی ان کو گوارا نہ تھا۔ اب وہ احادیث مبارکہ کے لئے "تمہاری حدیثوں کا انبار"۔ "تمہاری باتیں" جیسے حقارت آمیز الفاظ استعمال کر رہے

تھے، یہی طرزِ کلام ذیل کی عبارت میں بھی احادیثِ نبوی کے بارے میں مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں،

"اگر تمہارا ذخیرہ سب کا سب صحیح ہوتا، تو پھر حکم، مجدد آنے کی کیا ضرورت تھی، ہر ایک فرقہ کو یہی خیال ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے یہی صحیح ہے۔ اب یہ تمام فرقے تو سچ پر نہیں، اس لئے سچ وہی ہے جو حکم کے منہ سے نکلے، اگر ایمان ہو تو خدا کے مقرر کردہ حکم کے حکم سے بعض حدیثوں کا چھوڑنا یا ان کی تاویل کرنا امر مشکل نہیں، یہ تمہارے بزرگوں کی اپنے منہ کی تجویزیں ہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں حسن ہے اور فلاں مشہور ہے اور فلاں موضوع ہے۔" (اربعین ۲، ص۲۴)

اس عبارت میں پورے ذخیرۂ حدیث کو یہ کہہ کر نہایت ہی حقارت سے مرزا صاحب نے ٹھکرادیا ہے کہ یہ تمہارے بزرگوں کی اپنی تجویزیں ہیں، کہ فلاں حدیث صحیح فلاں مشہور وغیرہ ہے انہوں نے کہا کہ اللہ نے مجھے حکم بناکر دنیا میں بھیجا ہے، اب حدیث کے صحیح و غلط اور قابلِ قبول یا لائقِ ردّ ہونے کا فیصلہ سندوں سے نہ ہوگا بلکہ اب اس کا فیصلہ فقط میرے بیان سے ہوگا۔

اس کے بعد مرزا صاحب ترقی کا ایک زینہ اور چڑھے، انہوں نے اعلان کیا کہ فقط احادیث کا علم ہی نہیں، قرآن مجید کی اصل مراد بھی مجھے بتلائی گئی ہے لہٰذا میرے سامنے تفسیروں کے حوالے بھی پیش نہ کرو بلکہ قرآنی ارشادات کا جو مطلب میں بیان کروں بس اسی پر ایمان لاؤ۔ اس موقع پر مرزا صاحب کے الفاظ یہ تھے:

۱۔ "میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسیح موعود کرکے بھیجا ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے اور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے تو پھر کس بات میں اور کس غرض کے لئے ان لوگوں سے منقولی بحث کروں۔"

(اربعین ۴، ص۲۵)

پھر اسی صفحہ پر دوبارہ لکھتے ہیں،

۲۔ "جس حالت میں، میں نے اشتہار دے دیا کہ آئندہ کسی مولوی وغیرہ سے منقولی بحث نہیں کروں گا تو انصاف اور نیک نیتی کا تقاضا یہ تھا کہ ان منقول بحثوں کا میرے

سامنے نام بھی نہ لیتے "۔ (اربعین ۴، ص۱۵)

اس طرح مرزا صاحب نے تمام ذخیرۂ حدیث اور صحابہ و تابعین اور امت کے تمام مفسرین کی تفسیروں کو ناقابلِ قبول بلکہ ناقابلِ ذکر ٹھہرا دیا۔

نبوت کا دعویٰ:

اب تک جو بیانات مرزا صاحب کے نقل ہوئے، اُن میں کئی بیان صریح طور پر دعویٰ نبوت پر ہی مشتمل ہیں، کیوں کہ دین کے معاملہ میں جو حقوق و خصوصیات ان عبارتوں میں مرزا صاحب نے اپنے لئے حاصل بتلائی ہیں وہ فقط نبی ہی کو حاصل ہو سکتی ہیں، غیر نبی کو وہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتیں مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ صریح الفاظ میں مرزا صاحب نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے لیکن مرزا صاحب کی وہ عبارتیں نقل کرنے سے پہلے ہم یہ بھی دکھانا مناسب سمجھتے ہیں کہ جس طرح مرزا صاحب نے پہلے تمام ذخیرۂ حدیث اور دین کے پورے نظامِ عقائد و اعمال کو متواتر بتایا تھا، اور پھر بعد میں اپنے کہے کو بھلا کر تمام احادیث اور قرآن مجید کے اوّل سے آخر تک تمام سلسلۂ تفسیر کو ناقابلِ اعتبار قرار دے دیا تھا بالکل اسی طرح انہوں نے ایک مدت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بتلایا اور اسی مفہوم و معنی میں بتلایا جس مفہوم میں شروع سے اب تک پوری امت حضور کو خاتم النبیین مانتی چلی آئی ہے۔ یعنی یہ کہ حضور کے بعد کسی جدید نبی کے دنیا میں آنے کا کوئی امکان نہیں اور نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے اس بارے میں اتنے مبالغہ سے کام لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ٹھہرا کر ان کی آمد ہی کا انکار کر دیا، چنانچہ مرزا صاحب نے کہا تھا ؎

خدا عیسیٰ کو کیوں مردوں سے لاوے
وہ خود کیوں مہر ختمیت مٹاوے (درثمین ص۲۷)

یعنی یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں بھیج کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب خاتمیت کا خاتمہ فرمادے۔

اور اپنے متعلق اعلان کیا۔

ما کان لی ان ادّعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین (حمامۃ البشریٰ ص۷۹)

یعنی میرے لئے ممکن نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل کر کافروں میں شامل ہو جاؤں"
مگر بعد میں اپنے ان تمام بیانات کو بھلا کر مرزا صاحب نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا قطعی اعلان
کر دیا، اب وہ کہہ رہے تھے۔

۱۔ "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا نبی بھیجا" (دافع البلاء ص۱۱)
انہوں نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر اللہ نے ان الفاظ میں وحی نازل کی ہے۔

۲۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم
اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی، پھر وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷
براہین میں درج ہے" دنیا میں ایک نذیر آیا، اس کی ایک قراءت یہ ہے کہ" دنیا
میں ایک نبی آیا" (ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۲۶۲)

جس طرح قرآن مجید کی کئی قراءتیں ہیں ویسے ہی مرزا صاحب اپنی وحی کی بھی مختلف
قراءتیں بتلاتے ہیں جیسا کہ یہاں انہوں نے ایک قراءت اپنی وحی کی "نذیر" اور دوسری "نبی" بتلائی
اس کا قطعی مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب جس وحی کا دعویٰ کرتے تھے اس کو قرآن ہی کی برابری
کی چیز سمجھے ہوئے تھے، دوسرے مواقع پر انہوں نے لکھا بھی ہے کہ میں اپنی وحی پر قرآن ہی
کی طرح ایمان رکھتا ہوں۔

۳۔ ایک اشتہار پر مرزا صاحب نے انگریزی کے ان الفاظ میں دستخط کئے۔

THE PROPHET MIRZA GHULAM AHMAD

یعنی النبی مرزا غلام احمد (حقیقۃ النبوۃ ص۲۰۹)

۴۔ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ
روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت
سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۴ حاشیہ)

۵۔ اس امت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء
ہوتے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸ حاشیہ)
اس طرح کے نبوت کے دعووں سے مرزا صاحب کی کتابیں بھری پڑی ہیں ۔ مگر

مرزا صاحب بخوبی جانتے تھے کہ اہلِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین جانتے ہیں اس لیئے وہ آپ کے بعد کسی کو نبی ماننے کے لیئے ہرگز آمادہ نہ ہوں گے۔ اس لیئے انہوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے اپنے لیئے ظلّی اور بروزی نبی کے الفاظ استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ اور کہیں لکھا کہ میں خالص اور مکمل نبی نہیں ہوں، بلکہ ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی، اوپر کی منقولہ آخری عبارت میں یہی بات مرزا صاحب نے کہی ہے۔

ظلّی اور بروزی کا مطلب اوتار:

جیسا کہ ابھی ہم نے عرض کیا کہ ظلّی اور بروزی نبی کے الفاظ لکھ کر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی بڑی ہی پُر فریب کوشش کی ہے۔ لیکن اگر ان کے چند ہی بیانات پر نظر ڈال لی جائے تو مرزا صاحب اپنی چال میں بالکل ناکام ہو جائیں گے اور ان کی اصلیت بے نقاب ہو جائے گی۔ یہاں ان کی چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ "حدیثوں سے صاف طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں ظاہر ہوں گے اور حضرت مسیح بھی مگر دونوں بروزی طور پر آئیں گے نہ حقیقی طور پر۔" (نزول المسیح ص۵ حاشیہ)

اور مندرجہ ذیل عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی شکل یہ بیان کرتے ہیں۔

۲۔ "میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں، مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے، بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پاکر، اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔" (نزول المسیح ص۳)

اسی دوسری عبارت میں مرزا صاحب نے خود کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں سے ہو کر آنے والا اور آپ کا مظہر بتایا ہے۔ جس کے معنی اوتار ہی کے ہیں، آئندہ عبارت میں وہ صریح الفاظ میں خود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اوتار بتلاتے ہیں۔

۳۔ "سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو حضرت عیسیٰ کا اوتار اور احمد کے رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے۔"

(اربعین ۴، ص۱۸)

اوپر مرزا صاحب نے عبارت نمبر ا میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں بروزی رنگ میں آنے کی خبر دی تھی، اس تیسرے نمبر کی عبارت میں مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کی دنیا میں تشریف لے آنے کی خبر دے رہے ہیں اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حضرت عیسیٰ کا اوتار بنا کر بھیجا ہے ۔ بعد کی دونوں عبارتوں سے یہ بات پوری قطعیت کے ساتھ طے ہو جاتی ہے کہ جس مفہوم میں پہلی عبارت میں مرزا صاحب بروزی کا لفظ استعمال کرتے ہیں دوسری عبارت میں اسی مفہوم کو "اسی میں ہو کر" اور "اسی کا مظہر بن کر" کے الفاظ میں ادا کرتے ہیں اور تیسری عبارت میں اسی کو اوتار کے لفظ سے ادا کرتے ہیں ۔ یعنی یہ تینوں لفظ مرزا صاحب کی اصطلاح میں ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں ۔ ذیل میں نقل ہونے والی عبارت میں مرزا صاحب خبر دیتے ہیں کہ میری ذات میں تمام رسول جمع کئے گئے ہیں ۔

" دوسری امتوں کے اصلاح کے لحاظ سے صرف وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ کے الفاظ استعمال کئے گئے یعنی آخری زمانہ میں تمام رسول بروزی رنگ میں ایک ہی وجود کے اندر جمع کئے جائیں گے ۔" (تبلیغ ہدایت صہ ۷۲ طبع نہم جون ۱۹۶۱ء)

یہ کتاب مرزا صاحب کے لڑکے مرزا بشیر الدین کی تصنیف ہے ۔ مندرجہ بالا عبارت انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے لکھی ہے اور خود مرزا صاحب لکھتے ہیں ۔

" میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابنِ مریم ہوں ۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے ۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۸۵)

اس عبارت میں بروزی کا لفظ موجود ہے اور اوپر ہم دکھا چکے ہیں کہ بروز کے معنی مرزا صاحب کی لغت میں اوتار ہی کے ہوتے ہیں یہاں مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ سب نام مجھے دیئے گئے" تو یہ بھی مرزا صاحب کا ایک خاص محاورہ ہے اور معنی اس کے بھی اوتار بنائے جانے ہی کے ہیں ۔ آنے والی عبارت سے یہ بات قطعی طے ہو جائے گی ۔ لکھتے ہیں ۔

"مجھے اور نام بھی دیئے گئے ہیں اور ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے، چنانچہ ملکِ ہند میں

کرشن نام کا ایک نبی گزرا ہے، جس کو ردّر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے، پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں، وہ کرشن میں ہی ہوں۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۸۵)

آگے مرزا صاحب نے دہلی کے بالمکند نامی پنڈت کا ایک اشتہار نقل کیا ہے جس کا عنوان ہے :-

"یہ بے عیب (معصوم) بھگوان کا اوتار یعنی خلیفۃ اللہ۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۸۶)

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ کرشن اوتار میں ہی ہوں، عبارت ان کی یہ ہے :

"آریہ ورت کے محقق پنڈت بھی کرشن اوتار کا زمانہ یہی قرار دیتے ہیں اور اس زمانہ میں اس کے آنے کے منتظر ہیں، گو وہ لوگ ابھی مجھ کو شناخت نہیں کرتے، مگر وہ زمانہ آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ مجھے شناخت کرلیں گے کیوں کہ خدا کا ہاتھ دکھائے گا کہ آنے والا یہی ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۸۶، ۸۷)

اور اسی کتاب میں مرزا صاحب نے اپنی ایک وحی ان الفاظ میں نقل کی ہے :

"برہمن اوتار سے مقابلہ کرنا اچھا نہیں" (حقیقۃ الوحی ص۹۷)

تتمہ صفحہ ۸۵ کی مندرجہ بالا عبارت میں، مرزا صاحب کہتے ہیں کہ کرشن کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے اور پھر صفحہ ۸۶ اور ۸۷ پر صریح الفاظ میں خود کو کرشن اوتار بتلاتے ہیں، اور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۷ پر خود کو "برہمن اوتار" لکھتے ہیں ـــــ ان حوالوں سے یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ جس طرح مرزا صاحب "ظلّی" اور "بروزی" الفاظ اوتار کے معنی میں بولتے ہیں ویسے ہی ان کی بولی میں "نام دیا جانا" بھی اوتار ہی کے معنی میں ہوتا ہے۔

مرزا صاحب کی دیگر کفریات :

مرزا صاحب کی کتابیں کفریات سے بھری ہوئی ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر فقط دو عبارتیں نقل کی جاتی ہیں، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے محض کلمۂ کن کے ذریعہ وجود میں آئی تھی، اور مریم صدیقہ

کو کسی مرد نے چھوا تک نہ تھا۔ قرآن مجید کی بیان کی ہوئی یہ وہ حقیقت ہے جس پر مسلمانوں کا بچہ بچہ ایمان رکھتا ہے، مگر مرزا صاحب قرآن مجید کے اس صریح ارشاد سے سو فی صد باغی ہو کر اور حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگا کر لکھتے ہیں۔

"حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں۔" (ازالہ اوہام حاشیہ بر صفحہ ۱۲۷)

اس ایک ہی بیان سے مرزا کے باطنی خبث کا اندازہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس صریح ارشاد کے ہوتے ہوئے کہ عیسیٰ کی پیدائش آدم کی پیدائش کی طرح محض کلمۂ کن سے ہوئی۔

انّ مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم ط خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون (آل عمران)	عیسیٰ کا حال خدا کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا، پس وہ (انسان) ہو گیا۔

اور حضرت مریم صدیقہ کے اس ارشاد کے ہوتے ہوئے:

قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا۔	مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کیوں کر ہوگا، مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں، اور میں بدکار بھی نہیں۔

مرزا کا یوسف نجار کو حضرت عیسیٰ کا باپ کہنا قرآن مجید سے کھلی بغاوت اور حضرت مریم صدیقہ پر صریح بہتان ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے پاس کس شکل و ہیئت میں تشریف لایا کرتے تھے؟ اس سلسلہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"روح القدس کبھی کسی پر کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا، اور کبھی کسی نبی یا اوتار پر گائے کی شکل پر ظاہر ہوا، اور کسی پر کچھوے اور مچھ کی شکل پر ظاہر ہوا، اور انسان کی شکل کا وقت نہ آیا جب تک انسانِ کامل یعنی ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوا۔"
(کشتی نوح ص ۲)

کیسی نرالی معلومات ہیں "اور کیسا ٹھیٹھ مشرکانہ ذوق پایا تھا۔ مرزا صاحب نے کہ وہ جانوروں کی شکل میں حضرت جبرئیل کی آمد کا انکشاف کر رہے تھے، قرآن مجید میں انبیا علیہم السلام کی خدمت میں انسانی شکل میں فرشتوں کی آمد بیان ہوئی ہے، یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات ان کو یقینی طور پر انسان ہی سمجھے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کھانا بھی لا کر ان کے سامنے پیش فرمادیا تھا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت جبرئیل ایک کامل انسان ہی کی شکل میں تشریف لائے اور انہوں نے بھی ان کو انسان ہی سمجھا تھا ___ مگر مرزا صاحب کو قرآنی بیانات کی ذرہ بھر پرواہ نہیں تھی، وہ تو جو کچھ کہتے تھے بس اپنی وحی سے کہتے تھے۔

مرزا اور ردّ عیسائیت؛

مرزا صاحب نے اپنے ابتدائی دور میں عیسائی مشنریوں (مبلغین) کے مقابلہ میں جو مضامین اور رسالے لکھے ان کے باعث مرزا صاحب کو مسلمانوں میں بڑی شہرت اور نیک نامی حاصل ہوئی، مسلمانوں نے ان کے اس کام کو اسلام کی حقانیت ثابت کرنے اور عیسائیت کی تردید کی غرض سے نہیں لکھی تھیں بلکہ باغیرت مسلمانوں کے قلوب میں برٹش گورنمنٹ کے خلاف جو غیظ و غضب بھڑک اٹھا تھا، اس کو ٹھنڈا کر کے ان کو انگریزوں کی غلامی پر آمادہ کرنے کے ناپاک مقصد سے مرزا صاحب نے یہ کتابیں اور رسالے تحریر کئے تھے۔ چنانچہ انگریزی گورنمنٹ کو بھیجی ہوئی اپنی عرض داشت میں مرزا نے صاف صاف لکھا۔

۱۔ "میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی، چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی، کیوں کہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی مفید ہوگا کیوں کہ عوض و معاوضہ کے بعد گلہ نہیں رہتا۔" (تریاق القلوب ص ۳۹۰-۳۹۱)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

۲۔ "سو مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا، یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا، اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں مسلمانوں میں سے اوّل

درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔" (تریاق القلوب ص۲۹۱)

پس ابتداء میں جو مناظرانہ تحریریں پادریوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے لکھیں جن کو بہت سے مسلمانوں نے مرزا صاحب کا بڑا اہم مذہبی کارنامہ اور جہاد سمجھا تھا مرزا کے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ وہ محض صلیبی حکومت کی پائیداری اور انگریزی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے تھا، دین کا درد ان سے یہ کام نہیں کرا رہا تھا۔

یہاں تک کی تفصیلات سے پوری طرح واضح ہوجاتا ہے کہ مرزا صاحب کے دل و دماغ میں شدید ترین کفر و الحاد بھرا ہوا تھا، اور وہ فقط نبوّت کے دعوے دار اور عقیدۂ ختمِ نبوت ہی کے منکر نہ تھے بلکہ دنیا بھر کی مشرک قوموں کی طرح اوتار کے عقیدہ کو بھی وہ حق جانتے ہیں۔

انہوں نے حدیث کے پورے ذخیرہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر اب تک کے تمام تفسیری سلسلہ کو باطل قرار دے کر صاف صاف اعلان کیا تھا کہ میرے سامنے ان چیزوں کا حوالہ نہ دو بلکہ بس مجھ سے دین کی حقیقت سمجھو، جسے میں حق کہوں حق سمجھو اور جس چیز کو میں باطل ٹھہرا دوں اس کے باطل ہونے پر ایمان لاؤ۔

مرزا صاحب کے ان اعلانات کے بعد مرزا یا ان کے بعد ان کے مبلغوں سے یہ امید قائم کرنا کہ ان کو قرآن و حدیث کی صحیح مراد سمجھا دی جائے گی تو یہ اپنی کفریات سے باز آجائیں گے میرے نزدیک قطعاً لاحاصل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے جو باتوفیق بندے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہوں وہ قادیانیوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختمِ نبوّت کے دلائل پیش کرنے کے بجائے مرزا کے کفر و الحاد کی اصلیت ان کے سامنے رکھیں، وہ انہیں بتلائیں کہ مرزا کے بارے میں یہ بحث قطعاً بے محل ہے کہ وہ نبی ہوسکتے تھے یا نہیں ہوسکتے تھے بلکہ اگر ان کی شخصیت کے سلسلہ میں بحث ہوسکتی ہے تو صرف یہ کہ دنیا کے بڑے بڑے کافروں اور خدا کے مجرموں کی کس صف کا آدمی مرزا کو قرار دیا جاسکتا ہے، البتہ اہلِ اسلام کے سامنے مرزا کی اصلیت کے ساتھ حضور کی ختمِ نبوت کے دلائل بھی ذکر میں آتے رہنے چاہئیں تاکہ اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ بھی ان کے ذہن میں تازہ رہے۔ اس پر ان کا ایمان مضبوط، اور اس کی حکمت کی گہری سمجھ ان کے دلوں کو اطمینان و بصیرت سے معمور کردے اور کسی نئے نبی یا "امام" یا "نائب امام" کے نام سے امت کی وفاداریوں اور ایمان و اطاعت کو کتاب اللہ و سنتِ نبوی سے ہٹا کر کسی دوسرے متوازی مرکز سے وابستہ کرنے کی ہر ایک سازش کامیاب نہ ہو سکے۔

حضرت احسان دانش مرحوم:

احرار رضاکار

سُرخ پرچم کی اُڑانوں کے سایہ میں!

چلا چل یونہی گنگناتا چلا چل

وفا کے کرشمے دکھاتا چلا چل پیامِ محبت سناتا چلا چل
اندھیرے میں شمعیں جلاتا چلا چل بہر گام طوفاں اٹھاتا چلا چل

مصائب سے شانہ لڑاتا چلا چل

چلا چل یونہی گنگناتا چلا چل

گھٹائیں جو ہیں تیرہ و تار کیا غم جو ہیں بجلیاں تند و خونخوار کیا غم
جو کھینچی ہے باطل نے تلوار کیا غم اگر وقت ہے زود آزار کیا غم

جو آگے ہوں پیچھے ہٹاتا چلا چل

مصائب سے شانہ لڑاتا چلا چل

تیرا نام تاریخ لیتی رہے گی محافظ زلیخا تے گیتی رہے گی
سفینے ترے موت کھیتی رہے گی دُعا رُوحِ طوفان دیتی رہے گی

جدھر جائے ساحل گراتا چلا چل

یونہی سرخ پرچم اُڑاتا چلا چل

بہت دُور ہے منزلِ کامرانی یہ فرسودہ قصے ہیں باتیں پرانی
ہے گو بحرِ باطل میں خونی روانی وہ ہے سامنے ساحلِ زندگانی

دریڑدں میں کشتی بڑھاتا چلا چل

جدھر جائے ساحل گراتا چلا چل

نہ ہو سنسناتے بگولوں کا شاکی — سرابی ہے سیلاب کی ہولناکی
ازل سے سہی پیکر اشتراکی — تری روح نوری ہے اور جسم خاکی

حقائق کے پردے اُٹھاتا چلا چل
دریڈوں میں کشتی بڑھاتا چلا چل

اگر تجھ میں ایثار کی خُو نہیں ہے — عزائم پہ ایمان و قابو نہیں ہے
یقیں کامل و روح یکسو نہیں ہے — خدا کی قسم سب ہیں اور تُو نہیں ہے

فلک بوس نعرے لگاتا چلا چل
حقائق کے پردے اٹھاتا چلا چل

بڑھاپے کو زورِ جوانی عطا کر — جوانی کو شعلہ فشانی عطا کر
تھکے زلزلوں کو روانی عطا کر — روانی کو ایذا رسانی عطا کر

سفاہت کے ایوان ڈھاتا چلا چل
فلک بوس نعرے لگاتا چلا چل

سید محمد ذوالکفل بخاری:

حقِ ہمسائیگی

بھارت سرکار کی تیرہ باطنی کے نام

مجھے یہ دُکھ ہے — کہ زندگانی
کہ تیرے آنگن میں — حسین تر ہے
سکھ بنسریا کیوں بج رہی ہے؟ — مجھے یہ دُکھ ہے۔!
امن شگوفے کیوں کھل رہے ہیں؟ — میں کیسے مانوں تو معتبر ہے؟
سکون، راحت، یہ پیار الفت؟ — یہ میرا حق ہے
سرور و فرحت یہ شادمانی؟ — یہ میرا دُکھ ہے

صیہونی منصوبے
ناولوں کے رنگ میں

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہٗ لکھنؤ

صیہونیت کے طرزِ عمل سے گہری واقفیت رکھنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس کے قائدین اپنے بعض منصوبوں کی کچھ جھلک پہلے ناولوں اور فلموں وغیرہ کے ذریعے پیش کرتے ہیں۔ اس سے ان کے پیشِ نظر کئی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ ۷۷ء میں جب کہ شاہ ایران اپنے دورِ حکومت کے نقطہ عروج پر تھا کہ اچانک مغربی بازاروں میں ایک ناول "دی کرائسس آف ۷۹ء" کے نام سے آیا۔ اس میں یہ دکھایا گیا کہ عراق نے شط العرب پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے لئے اہواز اور ابادان وغیرہ پر حملہ کر دیا ہے۔ سعودی عرب اور دوسرے عرب ممالک عراق کی امداد پر کمربستہ ہو گئے ہیں۔

ایران نے عراق پر جوابی حملہ کر کے اس کے جنوب مشرقی علاقے پر قبضہ جما لیا ہے اور پھر خلیج کی دوسری ریاستوں اور سعودی عرب پر بھی حملے شروع کر دیئے ہیں۔۔۔۔ یہاں تک کہ پورے خلیجی علاقے میں ایٹمی تابکاری پھیلنے سے زبردست جانی اور مالی تباہی پھیل جاتی ہے۔

یہ کتاب ۷۷ء میں چھپی تھی، اس کے تین سال بعد جنگ چھڑی جو کسی طرح ختم ہونے کو نہیں آتی اور ابھی اس کے ختم ہونے کی توقع کرنا اپنی ناواقفی کا ثبوت دینا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں ڈیلی ٹیلیگراف نے اپنے تبصرہ میں لکھا تھا کہ "یہ ہے تو ناول ہی مگر کل کلاں یہ کمر توڑ دینے والی حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے"

اس کے بعد ایک اور ناول (دی مہدی) کے نام سے منظرِ عام پر آیا جس میں دکھایا گیا کہ امریکہ، روس اور برطانیہ کی مشترکہ منصوبہ بندی سے ایک ایجنٹ "ابوقادر" کو مکہ معظمہ میں حج کے موقع پر مہدی بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

حال ہی میں ایک ناول HOLY OF THE HOLIES (مقدس ترین) کے نام سے سامنے آیا ہے اسے برطانیہ کی مشہور "گراناڈا پبلشنگ کمپنی" نے شائع کیا ہے۔ اس میں اسلام کو کینسر کا نام دیا گیا ہے جس کے وجود سے کرہ ارضی کو نجات دلانے کے لئے ایک مہیب آپریشن کا منصوبہ

بنایا جاتا ہے۔ اس مشن میں روس، فرانس، برطانیہ، امریکہ اور اسرائیل کی خفیہ تنظیموں کے افراد شامل ہوتے ہیں۔ پانچ دیوقامت ہرکولیس جہاز جزیرہ قبرص میں جمع کئے جاتے ہیں۔ جن میں جوہری بموں کے علاوہ ایک خاص اعلان کا ٹیپ، فٹ کیا جاتا ہے۔

اڑان سے پہلے مشن کے ارکان کو بتایا جاتا ہے کہ وہ ایسے خوش قسمت افراد ہیں جو مغرب کی مہذب تہذیب کے دفاع کی خاطر اور ایک غیر مہذب جاہل اور ظالم طاقت (اسلام) کو تباہ کرنے جا رہے ہیں اور یہ کہ تاریخ میں وہ مغرب کے ہیرو قرار پائیں گے پھر عین حج کے دنوں میں جمعہ کے دن پانچوں جہاز قبرص سے اڑتے ہیں، وہاں انہیں سپیشل آٹو پائلٹ کے نظام سے آراستہ کیا جاتا ہے، پھر جہاز دوبارہ اڑان بھرتے ہیں۔ سب ہوا باز پیراشوٹ کے ذریعہ کود کر بحیرۂ قلزم میں موجود برطانوی بحری جہاز پر جا اترتے ہیں۔ جہاز مکہ کی جانب اڑان جاری رکھتے ہیں وہاں اسرائیل کی خفیہ تنظیم کے دو لبنانی ایجنٹ موجود ہیں جن میں سے ایک دروز اور دوسرا عیسائی ہے۔ یہ ایجنٹ ان جہازوں کو حرم کعبہ کی طرف گائیڈ کرتے ہیں مسجد حرام پر چکر لگاتے ہوئے ہر طیارہ باری باری عربی میں ریکارڈ شدہ اعلان حجاج کو سناتا ہے۔ اعلان کا مضمون یہ ہے:

" اللہ اکبر! اللہ اکبر! میں علی ہوں اور حضور پیغمبر کے پرتو کے طور پر نازل ہوا ہوں۔ میں ہی مہدی موعود ہوں۔ اے دنیا کے گنہگار بندو! اللہ تم سے سخت ناراض ہے کیونکہ تم نے اسلام کو بگاڑ دیا ہے اور اسلام اور اللہ کو مذاق بنا دیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے تمہیں سزا دینے کا فیصلہ صادر کر دیا ہے۔"

اس کے بعد کتاب میں جو کچھ ہے اسے سنانا آسان نہیں۔ بس اتنا اشارہ دل پر جبر کر کے سنائے دیتا ہوں کہ کتاب کے پلاٹ کے مطابق ہوتا یہ ہے کہ پانچوں طیاروں سے خفیہ جوہری بم پھٹتے ہیں۔۔۔ اور قیامت کی سی تباہی آجاتی ہے، حرم کعبہ اور مکہ مکرمہ کا پورا شہر گیس میں تحلیل ہو جاتا ہے وہاں موجود ۳۰ لاکھ حجاج میں سے ۵ لاکھ فوری طور پر لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔۔۔۔

ان تینوں کتابوں میں جو کچھ افسانوی انداز سے لکھا گیا ہے اگر کسی کا جی چاہے تو اسے محض ناول نگار کے تخیل اور خیالی دنیا کی باتیں قرار دے دے اور کسی کو توفیق ہو تو اس افسانوی طرز بیان ہی کے ذریعہ سے صیہونی اور ان کے ایجنٹوں کے دماغوں میں ابلنے والے منحوس ارادوں اور تمناؤں کو جھانک کر دیکھ سکتا ہے ز بشکریہ تعمیر حیات" لکھنو

شخصیت:

محمد عمر فاروق

فدائے احرار مولانا گل شیر خان شہید رحمۃ اللہ علیہ

مجلسِ احرارِ اسلام کی تاریخ عزم و ہمت، جرأت و ایثار اور آزمائشِ دار و رسن کی عظیم و بے مثال اور لازوال داستان سے عبارت ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں آج تک کوئی ایسی جماعت اُفقِ سیاست پر نہیں اُبھری جس نے مجلسِ احرار کی طرح فرنگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جسم و روح کی پوری قوت و توانائی کے ساتھ خم ٹھونک کر مخالفت کی ہو۔ اور اُن جیسی قربانیوں کی نظیر پیش کی ہو۔ حلقۂ احرار کے قافلۂ سخت جاناں کا ہر فرد فیض کے اس شعر کی عملی تصویر تھا کہ ؎

مرجائیں گے ظالم کی حمایت نہ کریں گے
احرار کبھی ترکِ روایت نہ کریں گے

انہی ایثار پیشہ اور گراں مایہ آفتاب بداماں ہستیوں میں سے ایک فدائے احرار، مجاہد کبیر مولانا محمد گل شیر خان اعوان شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ ؎

خونِ دل دے کے خزاؤں میں تر لائیں گے
جان کیا چیز ہے ہم جاں سے بھی گزر جائیں گے

اور یہ بات فی الحقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مولانا گل شیر خان شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار و اعلانِ حق و صداقت کی صدائے رستا خیز بلند کر کے حیاتِ مستعار کے بدلے حیات حیاتِ جاوداں حاصل کی۔ جن کے خونِ جگر نے اپنے علاقے میں ظلم و جبر کا راستہ روک کر مظلوم امتِ مسلمہ کو پروان چڑھنے اور طاغوتی قوتوں کی راہ میں آہنی دیوار بن جانے کا شعور بخشا۔

ہمارے دم سے ہے کوئے جنوں میں اب بھی خجل
عبائے شیخ و قبائے امیر و تاجِ شہی
ہمیں سے سنّتِ قیس و منصور زندہ ہے
ہمیں سے باقی ہے گل دامنی و کج کلہی

مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ ضلع اٹک کے ایک قصبہ ملہووالی میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم مختلف مدارس بالخصوص تحصیل تلہ گنگ کے ایک مشہور گاؤں ٹمن میں مولانا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے شیخ الحدیث علامہ محمد شریف کاشمیری (مدظلہ) سابق خطیب قادیان مولانا عنایت اللہ چشتی صاحب (مصنف "مشاہدات قادیان") اور تلہ گنگ کے نامور عالم دین مولانا حافظ محمد سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم سبق تھے۔

دینی تعلیم مکمل کرتے ہی آپ بمبئی تشریف لے گئے اور وہاں پانچ سال تک خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قرآن مجید اس سوز سے تلاوت فرماتے کہ سننے والے بقول حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ بے سدھ ہو جاتے۔ تقریر میں وہ ترنم اور لحن کہ بلا تخصیص مذہب زن و مرد فریفتہ ہو جاتے۔ گل شیر رحمۃ اللہ علیہ کی تلاوت و تقریر کا سحر انہیں مسحور کر کے دنیا سے بے خبر کر دیتا۔ یونہی سوز و گداز کا امرت پلاتے پلاتے گل شیر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے شب و روز گزرتے رہے۔

اپنے علاقے میں آپ کی دھاک یوں بیٹھی کہ پھر کسی مقرر کا چراغ نہ جل سکا۔ کوثر و تسنیم میں ڈھل کر نکھری ہوئی آواز سے رسیلے نغمے اور مدھر تانیں بکھیرتے ہوئے گل شیر رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کے لئے ۱۹۳۹ء میں عازم سفر ہو گئے۔

اس دور میں پنجاب کا یہ خطہ انگریز کے جبر و استبداد کو قائم رکھنے میں نمایاں کردار کا حامل تھا۔ کہ یہاں کے وڈیرے، جاگیردار اور سرمایہ پرست فرنگی کو دوسرے علاقوں سے زیادہ بھرتی فراہم کرتے اور اس "عاجزانہ و غلامانہ" خدمت کے عوض "فرنگی بابا" سے جاگیریں اور ماہانہ وظائف پاتے۔ علمائے سُو کی اکثریت اُن کی ہاں میں ہاں ملاتی، ان کا وعظ، اُن کی تقاریر اور تفسیر ایک ہی گمراہ کن نظریہ کے پرچار میں مصروف تھیں۔ جس پر اُن کے ملنے والے ٹکڑوں کا دارومدار تھا کہ اس دھرتی پر

انگریز ہی اُولی الامر ہونے کا مصداق ہے۔ جب کہ دوسری طرف حرّیت پسندوں کا کارواں مجلسِ احرارِ اسلام اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ کا نعرۂ مستانہ بلند کرنے میں مصروف تھا۔ انگریز کے خلاف اُٹھنے والی ہر تحریک کو احرارِ دفاکیش آگے بڑھا رہے تھے۔ خود مجلسِ احرار کئی تحریکیں جنم دے رہی تھی۔ اور یوں آزادی کی منزل قریب سے قریب تر ہو رہی تھی۔

مجلسِ احرارِ اسلام بیک وقت فرنگی، قادیانی، ہندو اور سکھ جیسے مکار، خونخوار اور بھیڑیا صفت انسانوں کے مذموم اجتماعی عزائم کے خلاف چومکھی جنگ کا آغاز کئے ہوئے تھی۔

مولانا گل شیر شہیدؒ اپنے علاقہ کے ماحول کے زیرِ اثر اکابر احرار کے خلاف سرگرمِ عمل رہتے تھے جونہی انہیں معلوم ہوتا کہ "کوئی احرار مقرر یہاں وارد ہوا ہے" تو فوراً اپنی لٹھ بردار ٹولی (موسوم فوجِ محمدی) کے جوانوں کے ہمراہ وہاں پہنچ جاتے اور جلسہ درہم برہم کر ڈالتے۔ اس وقت آپ کی شہرت پنجاب کی سرحدوں سے باہر جھانک رہی تھی۔

جب کسی کا مقدر اور خوش نصیبی جاگ اٹھتی ہے تو خود بخود کامرانیوں اور خوش بختیوں کے دربند وا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب منزل راہی کو خود بلاتی ہے اور خودی کی بلندیوں پر گامزن انسان سے پروردگارِ عالم اُس سے دل کی مراد طلب کرتے ہیں۔

گل شیرؒ! گھر سے یہ ارادہ باندھ کر چلے تھے کہ "روضۂ رسول سے جواب لے کر ہی لوٹوں گا" وہیں زیارتِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے جیسا کہ احرار میں شمولیت کے بعد فرماتے تھے۔

"مجھے احرار کے سٹیج پر دلی مسرت ہوتی ہے کہ مجھے لانے والا کوئی چھوٹی حیثیت کا مالک نہیں۔ بلکہ میں سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا مامور ہوں" اور فرض کی بجا آوری کو ہی اپنا فرض خیال کر کے کام میں مشغول ہوں۔ مجھے اس بات کا حکم میرے آقا نے اس وقت دیا جب کہ میں اس کی ادب گاہ کے زائر کی حیثیت سے مدینۃ النبی میں مقیم تھا۔ رات سویا تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

" گل شیر! اگر اسلام کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہو تو جاؤ ہندوستان میں احرارِ

اسلام کے ساتھ تعاون کرو۔"

اس واقعہ نے آپ کے دل و دماغ کی دنیا بدل ڈالی۔ فکر و نظر کے زاویے تبدیل ہو گئے۔ اور ان کی روح میں ایک بے پایاں مسرت رقصاں ہو گئی۔ حج کے بعد شاداں و فرحاں واپس وطن لوٹے وہی گل شیرؒ! جو اپنے علاقے میں احرار کا نام تک برداشت نہیں کرتے تھے انھوں نے واپس آتے ہی جنابِ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے ہوئے عہد کی لاج رکھتے ہوئے مجلسِ احرارِ اسلام کے مرکزی رہنماؤں کو دورہ کی دعوت دے ڈالی۔

اکابرِ احرار اپنی قسمت پر نازاں تھے اور پنجاب کے رؤسا انگشت بدنداں، اور کفِ افسوس مل رہے تھے۔ آپ کی دعوت پر بانئ احرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، خطیبِ پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور شاعرِ احرار خواجہ عبدالرحیم عاجز امرتسری رحمہم اللہ اجمعین میانوالی اور اٹک کے دورہ پر تشریف لائے اور مسلسل ایک ماہ کا دورہ کیا۔ اور آخری جلسہ میں مولانا گل شیر خان رحؒ نے احرار میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ گویا وہ شاعر کی زبان میں یوں کہنا چاہتے تھے کہ ؎

میرے رفیقِ سفر! اس مقام پر تھم جا
حسابِ الفتِ محبوب کچھ چکا کے چلیں

پھر یہ رشتۂ الفت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے استوار ہو گیا اور آپ ہمیشہ کے لئے مجلسِ احرار کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ احرار میں شمولیت کے ساتھ ہی آپ نے فرنگی کی عیّارانہ پالیسیوں، اس کے خود کاشتہ پودا اور گماشتہ مرزائیت کے دجل و تلبیس و اسلام کے خلاف بغاوت، ہندوؤں کی ظلم و ستم کی داستانوں اور سازشوں سے پردہ سرکانا شروع کر دیا۔

انگریز اس وقت پورے برصغیر کا واحد آقا تھا۔ آپ نے انگریزی استعمار پر کاری ضرب لگاتے ہوئے "فوجی بھرتی بائیکاٹ" کی تحریک کو اپنے اضلاع میں جاری کیا جس سے انگریزی حکومت تھرّا اٹھی۔ اور ۱۹۳۹ء میں ہی آپ کو تین سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔ میانوالی اٹک اور منٹگمری (ساہیوال) میں یہ قید کاٹی۔ یکے بعد دیگرے آپ پر مقدمات کی بھرمار کر دی گئی۔ سر سکندر حیات کے حکم پر آپ کے خلاف بغاوت کے الزام میں مقدمہ بنایا گیا مگر

آپ کے بیانِ صادق نے سرسکندر حیات کے تمام ارادوں پر پانی پھیر دیا۔ اور آپ باعزّت بری کر دیئے گئے۔

اس زمانہ میں ہندو تمام معیشت پر چھائے ہوئے تھے۔ کوئی کاروبارِ زندگی ایسا نہ تھا جس پر ہندو قبضہ نہ کر چکے ہوں۔ مسلمان نہایت کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے ہندو مسلمانوں سے قرض چکانے کے لئے ان کی نوجوان کنواری و عفیفہ بچیوں کو ہمیشہ کے لئے اپنی باندی بنا کر لے جاتے اور سود در سود کے انبار تلے دبا ہوا مسلمان اپنی آبرو کو سرِ بازار لٹتے ہوئے دیکھتا اور زندہ درگور ہو جاتا۔ لیکن اپنی عفت و عصمت کی پاسبانی اس کے بس میں نہ تھی۔

مولانا گل شیر شہید نے ان اندوہ ناک حالات میں محمد بن قاسم کا کردار ادا کیا اور بے شمار ایسی لڑکیاں کشمیر سے برآمد کی گئیں۔ آپ نے مسلمانوں کو معاشی طور پر خوشحال بنانے کا تہیہ کر لیا۔ آپ کے مسلسل کام سے مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے لگے۔ آپ اپنی ہر تقریر کے بعد چندہ کی اپیل کرتے۔ تقریر اس قدر دردناک ہوتی کہ خود ہندو عورتیں بھی اپنا زیور اتار کر قدموں میں ڈھیر کر دیتیں۔ اسی چندہ سے مسلمانوں کو کاروبار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے دکانیں بنا کر دیں۔ مسلمان ذہنی طور پر اس قدر قعرِ مذلت میں گر چکے تھے کہ اگر کوئی مسلمان دکان یا کسی کاروبار کے لئے تیار ہوتا تو اسے کاروبار کرتے دیکھ کر دیگر مسلمان کہتے کہ "دیکھو یہ ہندوؤں والا کام کر رہا ہے"۔ گویا ان کے نزدیک تجارت ہندوؤں کے ساتھ مخصوص ہو چکی تھی۔

مولانا گل شیر رح نے مسلمانوں کو معاشی مسائل سے چھٹکارا دلایا اور ہندوؤں کے دستِ ظلم سے بچایا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے غریب کسانوں کو جاگیرداروں کے خونی پنجہ سے نجات دلائی اور کسانوں کی ایک تنظیم "انجمن اصلاح المسلمین" تشکیل دی۔ جس کا مستقل ایک فنڈ قائم کیا۔ جہاں سے غریب کسانوں کو بلا سود قرضے دیئے جاتے۔ کسان منظم ہوئے اور بلا سود قرضوں نے انہیں نئی زندگی بخش دی۔

مولانا گل شیر شہید رح کے خلوص، دردمندی و دلسوزی اور جانکاہ مساعیٔ پیہم کی برکت سے غریب طبقہ کو تحفظ ملا۔ معاشرہ میں اعلیٰ مقام نصیب ہوا۔ ان کی دبی ہوئی غیرت بیدار

بیدار ہوئی اور اپنے دینی و سیاسی حقوق کی دفاعی جنگ لڑنے کی صلاحیت اور فہم و فراست پیدا ہوئی۔ ہندوؤں کی سودی تجارت ختم ہو کر رہ گئی۔ جاگیرداروں اور پروردگانِ فرنگ سرمایہ پرستوں کو اپنی جاگیر اور امارت خطرے میں نظر آنے لگی اور فوجی بھرتی کے بائیکاٹ سے انگریز کے دربار میں ان کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہی۔

یہ وہ بنیادی عوامل تھے جنہوں نے مظلوم امت کو باوقار مقام دلا کر انہیں عزت و وقار سے جینے کا ڈھنگ سکھایا اور سامراج کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کا سلیقہ بتایا اور یہی عوامل ایوانِ فرنگ میں زلزلے کا باعث بنے اور مولانا گل شیر شہید کو یہ تمام عناصر اپنی راہ کا روڑا سمجھنے لگے۔

آپ کے قتل کا پروگرام انگریز، ہندو، مرزائی، سرمایہ پرستوں اور علمائے سُو کے ذہنوں میں بیک وقت تیار ہوا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے میانوالی کے فرنگی ذلہ خوار امیر محمد خان نواب آف کالاباغ کو چنا گیا۔ جس نے اپنے فرنگی آقا کی خوشنودی اور علاقہ میں اپنی فرعونیت کا بھرم رکھنے کے لئے یہ کام اپنے ذمہ لیا۔

مولانا گل شیر اپنے انجام سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے شہادت سے سات آٹھ روز قبل ہی گھر میں کہہ دیا تھا کہ اب کوئی پتہ نہیں کہ کسی وقت میں شہید کر دیا جاؤں۔

سلطانِ جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا اور اپنی زندگی کا واحد مقصد گردانتے تھے۔ جب تک زندہ رہے حق و صداقت کی قندیل روشن رکھی اور جب شہید ہوئے تو یہ قندیل عوام کے سینوں میں روشن تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ "مسلمان حق گوئی سے منہ نہیں موڑتا بلکہ حق بات منہ پر کہہ دیتا ہے چاہے جان چلی جائے۔ آپ کا یہی عقیدہ تھا کہ

ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے
منبر نہیں ہوگا تو سرِ دار کریں گے

یہی وجہ تھی کہ آپ نے انگریزی سرکار اور مذکورہ بدقماش، بدمذہب اور جرائم پیشہ سیاسی آہنی قوتوں سے ٹکر لی۔ بظاہر یہ بات پتھر سے سر پھوڑنے کے مترادف تھی لیکن تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ ایسے فرزانوں کی قربانیاں رنگ لائیں۔ انگریز ملک چھوڑ گیا، ہندو اپنے

وطن کو سدھار گیا۔ اور فرنگی کا مرزائی گماشتہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہار گیا۔

نواب آف کالا باغ نے برطانوی سرکار سے اپنا وعدہ الیفاء کیا اور ایک کرائے کے قاتل کے ذریعے ۲۳ اور ۲۴ مئی ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب کو اپنے گھر میں بحالتِ خواب بندوق سے مسلسل فائرنگ کرکے اسلامیانِ ہند کی آنکھوں کے تارے، غریب مخلص مجاہد و عالم دین اللہ اور اس کے رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں سینکڑوں میل پیدل چل کر خانِ جوہیں پر قناعت کرنے والے واعظ، اور اس ضیغمِ اسلام کو شہید کرادیا۔ اور اسلام کے اس بازوئے شمشیر زن کو جسم سے جدا کر دیا۔ قاتل جہنم کے دہکتے ہوئے شعلوں کے خریدار اللہ کے قہر و غضب کے طلب گار۔ اے کاش کہ وہ یہ جانتے کہ جس مبارک زبان کو وہ خاموش کرنے کے درپے ہیں۔ یہ زبان ہمیشہ اللہ کے فرمانِ برحق کے لئے وا ہوئی۔

گلے کٹ تو سکتے ہیں حق کے پرستاروں کے
مگر حق کی آواز دبائی نہیں جاتی یارو

ہمارا بلند مرتبہ غازی محمد گل شیر خان شہید اب ہم موجود نہیں مگر اس کی پاک روح ہند و پاک کے مسلمانوں کو اور خصوصاً اپنے ناقدر شناس وطن اور بدنصیب خطّہ کے انسانوں کو جنہوں نے ایک گوہرِ بے بہا اپنے ہاتھوں خود کھو دیا۔ پکار پکار کر یہ کہہ رہی ہے کہ صرف اللہ ہی کی تابعداری کرو۔ اور اسی ایک سے ڈرو۔ اُسی غیر فانی ہستی کا قانون لائقِ عمل ہے۔ فانی انسان کا بنایا ہوا قانون ناقص، باطل اور ناقابلِ اعتناء ہے۔ حکم بھی اللہ کا ہے اور ملک بھی اللہ کا ہے۔

دہر سے رسمِ غلامی مٹانے کے لئے
سکۂ توحید دل پر بٹھانے کے لئے
پرچمِ اسلام کو احرار جب لہرائیں گے
نعرۂ شہیدانِ حق سے آسماں تھرائیں گے
جب کبھی میدانِ وفا میں یاد تیری آئیگی
روح اپنی جوششِ کردار سے بھر جائیگی
ختم کردیں گے ستم رانوں کا بے ہنگام شور
دہر کے ظلمت کدے سے اہرمن زادوں کا زور

غازیانِ احمدِ مختار مٹ سکتے نہیں
خادمانِ مجلسِ احرار مٹ سکتے نہیں

محمود الحسن قریشی ۔ ایم اے

اکھنڈ بھارت۔ مرزائیوں کا عقیدہ

مرزا بشیر الدین کا الہام، سر ظفر اللہ کا باؤنڈری کمیشن میں سازشی کردار اور بھارتی صحافی
جمنا داس اختر کے انکشافات

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کے اکابرین شروع دن سے قوم اور حکمرانوں کو خبردار کرتے چلے آ رہے ہیں کہ مرزائی "اکھنڈ بھارت" کے حامی ہیں اور اس کا قیام موسیو بشیر الدین کے جھوٹے الہام کی بنیاد پر ان کے عقیدہ میں شامل ہے۔ اگر مرزائی اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو ان کی بھرپور کوشش ہوگی کہ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنا دیا جائے کیونکہ قادیانی مذہب کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کے لئے ایک لادین ریاست کا ہونا ضروری ہے اسی لئے جہاں مرزائی اپنی بھرپور توانائیاں پاکستان توڑنے میں صرف کر رہے ہیں وہاں ان کی کوشش یہ بھی ہے کہ بعض لادین سیاسی لیڈروں سے گہرے روابط قائم کر کے پاکستان کی اسلامی حیثیت کو ختم کیا جائے اور اسے سیکولر سٹیٹ قرار دلوایا جائے۔ یہ ایک گھناؤنی سازش ہے جس کو پروان چڑھانے کے لئے نہ صرف لادین اور ملک دشمن سیاست دانوں کو خریدا گیا بلکہ بے ضمیر قلم فروشوں کے ایک طائفہ خبیثہ سے بھی سودا بازی کی گئی جس کے تحت نام نہاد دانشور اپنے اخباری کالموں، فضول قسم کے مقالات اور کرائے پر لکھے جانے والے مضامین میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ "قائد اعظم پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے" حالانکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا۔

دوسری طرف اسرائیل واحد ملک ہے جو یہودیت کے نام پر وجود میں آیا لیکن مرزائیوں نے پاکستان کے استحکام و بقا کی بجائے اسرائیلی مفادات کے تحفظ کے لئے کام کیا جس کا ثبوت اسرائیل میں قادیانی مشن کا قیام ہے۔ یہ قادیانیوں کی منافقانہ اور مسلم کش پالیسیاں ہی تھیں جن کی وجہ سے ہمیشہ

پاکستان کو نقصان پہنچا۔ ایم ایم احمد (قادیانی) نے اقتصادی مشیر کی حیثیت سے ملک کی اقتصادی پالیسیوں کو برباد اور کھوکھلا کر کے رکھ دیا اور آنجہانی سر ظفر اللہ نے وزارتِ خارجہ میں رہ کر ملک دشمن خارجہ پالیسیاں بنائیں اور وزارتِ خارجہ کو مرزائیت کی تبلیغ کے لئے وقف کر دیا۔ اس نے قائداعظم کی وفات پر اس لئے ان کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا کہ وہ قادیانی عقیدہ کے مطابق تمام مسلمانوں اور قائداعظم کو کافر سمجھتا تھا، سر ظفر اللہ نے قائداعظم کا ساتھ کیوں دیا؟ اور وہ مسلم لیگ میں کس لئے شامل ہوا؟ ممتاز بھارتی صحافی جمنا داس اختر نے اپنے ایک کالم میں اس راز سے پردہ اٹھایا ہے جسے روزنامہ جنگ لاہور نے ۲۴ مئی کی اشاعت میں صفحہ اول پر کچھ اس طرح شائع کیا ہے۔

- " سر ظفر اللہ بھارت میں ہی رہنا چاہتے تھے۔
- سردار پٹیل کی مخالفت کے باعث انہوں نے قائداعظم سے سمجھوتہ کر لیا۔
- انہوں نے بتا دیا تھا کہ پاکستان میں قادیانیوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔" (جمنا داس اختر)

نئی دہلی (رپورٹ مقبول دہلوی) بھارت کے صحافی جمنا داس اختر نے اپنے ایک کالم میں لکھا ہے کہ پاکستان کے سابق قادیانی وزیر سر ظفر اللہ خان تقسیم ہند کے خلاف تھے۔ خلیفہ قادیان مرزا بشیرالدین محمود تقسیم ہند سے بہت پہلے کانگریس کے بہت نزدیک آ گئے تھے۔ تقسیم ہند سے دو سال پہلے انجمن احمدیہ قادیان کے سالانہ جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے خلیفہ قادیان نے کانگریس کی تعریف کی تھی وہ احمدیوں کو انڈین کانگریس میں شرکت کرنے کی ہدایت جاری کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے کہ سر ظفر اللہ خان نے خلیفہ قادیان کو بتا دیا تھا کہ برطانوی حکومت ہند کو بہر صورت تقسیم کرنا چاہتی ہے اور پاکستان میں احمدیوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی اس لئے احمدیوں کو بھارت میں ہی رہنا چاہیئے مگر سردار پٹیل نے سر ظفر اللہ خان کو انڈین وزارت میں لئے جانے کی تجویز کی شدید مخالفت کی اور یوں سر ظفر اللہ نے قائداعظم سے سمجھوتہ کر لیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر عبوری وزارت میں شامل ہو گئے۔"

اس پوری خبر میں بہت سے سوالات کا شافی جواب موجود ہے۔ قادیانیوں نے پاکستان کا ساتھ صرف اپنا سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے دیا بلکہ شروع دن سے ہی اس ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ پاکستان کا خاتمہ اور اکھنڈ بھارت کا وجود نہ صرف قادیانیوں کی سیاسی ضرورت ہے بلکہ ان کا مذہبی عقیدہ بھی ہے اور اسی عقیدے کے تحت یہ "عارضی پاکستان"

کے حامی بنے اور اب اسی عقیدے کے تحت اسے توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے لئے ثبوت مرزا بشیر الدین محمود کا وہ الہام ہے جو ان کے اپنے اخبار "الفضل" قادیان میں شائع ہوا۔ اکھنڈ بھارت کا پورا الہام ملاحظہ فرمائیں۔

امیرالمؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ ترین الہام

اکھنڈ ہندوستان

مجلس عرفان۔ مورخہ ۳ ماہ شہادت

قادیان ۳ ماہ شہادت۔ آج بعد نماز مغرب حضور نے چودھری اعجاز نصر اللہ صاحب ابن جناب چودھری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء کا نکاح محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ بنت خلیفہ عبدالرحیم صاحب جموں کے ساتھ تین ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا اور دعا فرمائی اور اس کے بعد مجلس میں رونق افروز ہو کر جو ارشادات فرمائے ان کا ملحض پیش کیا جاتا ہے :-

ابتداء میں حضور نے اپنا ایک رویاء بیان فرمایا جس میں ذکر تھا کہ گاندھی جی آئے ہیں اور حضور کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر لیٹنا چاہتے ہیں۔ اور ذرا سی دیر لیٹنے پر اٹھ بیٹھے اور گفتگو شروع کر دی۔ دوران گفتگو میں حضور نے گاندھی جی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے اچھی زبان اُردو ہے۔ گاندھی جی نے بھی اس کی تصدیق کی اس کے بعد حضور نے فرمایا دوسرے نمبر پر پنجابی ہے۔ گاندھی جی نے اس پر اظہار تعجب کیا مگر آخر مان گئے۔ اس کے بعد رویاء میں نظارہ بدل گیا۔ اور حضور گاندھی جی کے کہنے پر عورتوں میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لے گئے مگر وہ بہت تھوڑی آئی ہوئی تھیں اس لئے حضور نے تقریر نہ فرمائی۔

اس رویاء کی تعبیر میں حضور نے فرمایا کہ یہ موجودہ فسادات کے متعلق ہے اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہندو مسلم تعلقات اس حد تک نہیں پہنچے کہ صلح نہ ہو سکتی ہو۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ جلد کوئی بہتر صورت پیدا ہو جاتے اس کے بعد ایک دوست نے اپنی دو خوابیں بیان کیں جو موجودہ فسادات کے متعلق تھیں !

سلسلۂ کلام جاری کرتے ہوئے حضور نے فرمایا جہاں تک میں نے ان پیشگوئیوں پر نظر دوڑائی ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے وابستہ ہے غور کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہیئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کی گئی پیشگوئیاں بھی جو ہندوؤں کے متعلق ہیں اسی طرف اشارہ کرتی ہیں (مثلاً جے سنگھ بہادر مرزا غلام احمد کی جے اور رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے) کہ اللہ تعالیٰ ہندو قوم میں بھی ہمیں کامیابی دے گا اور انہیں حلقہ بگوشِ احمدیت ہونے کی توفیق ملے گی۔ ہندوستان میں تین مذہبی جماعتیں پائی جاتی ہیں اور ساری دنیا میں بھی ان کو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے۔ باقی قومیں کل آبادی کا پانچواں چھٹا حصہ ہیں۔ مسلمان اور عیسائی پچاس پچاس کروڑ کے قریب ہیں اور ہندو تیس کروڑ۔ یہ کل ایک ارب تیس کروڑ عظیم ترین اکثریت ہے۔ دنیا کی کل آبادی دو ارب ہے۔ اور باقی ساری قومیں اور مذاہب صرف ستر کروڑ بنتے ہیں۔ ان تینوں قوموں کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور پر مبعوث فرمایا گیا ہے اور ان تینوں قوموں کو راہِ راست پر لانا حضور کا اصل کام ہے۔ مسلمانوں کے لئے حضور کو مہدی مقرر کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے لئے کرشن اور عیسائیوں کے لئے مسیح بن کر آئے ہیں اور یہ صاف بات ہے کہ یہ تینوں قومیں اگر صرف ہندوستان میں احمدیت کو مان لیں تو باقی دنیا کا ماننا کوئی مشکل نہیں۔ ہندوستان بہت وسیع ملک ہے اور اسے احمدی بنانا بہت مشکل کام ہے۔ مگر یہ جتنا مشکل کام ہے اُتنے ہی اس کے نتائج شاندار ہیں یہ اتنی مضبوط اور وسیع بیس ہے کہ اس پر جتنی بڑی عمارت بنائی جائے بن سکتی ہے اگر سارا ہندوستان احمدی ہو جائے تو باقی دنیا کو احمدی بنانے کے لئے ایک احمدی کے حصہ میں صرف تین یا چار آدمی آتے ہیں جنہیں وہ نہایت آسانی سے احمدی بنا سکتا ہے اور کوئی مشکل نہیں حقیقت یہی ہے۔ کہ

ہندوستان جیسی مضبوط بیس جس قوم کو مل جائے اس کی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مشیّت سے کہ اس نے احمدیت کے لئے اتنی وسیع بیس مہیا کی ہے۔ پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک سٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے اور سب کے گلے میں

احمدیت کا جوا ڈالنا چاہتا ہے اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہندو مسلم
سوال اُٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تاکہ ملک کے حصے
بخرے نہ ہوں بے شک یہ کام بہت مشکل ہے مگر اس کے نتائج بہت
شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تاکہ احمدیت
اس وسیع بیس پر ترقی کرے۔ چنانچہ اس رویا میں اسی طرف اشارہ
ہے۔ ممکن ہے عارضی طور پر افتراق ہو (اسی لئے جماعت احمدیہ
کا الہامی عقیدہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے) اور کچھ وقت
کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں ـــــ مگر
یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم
چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔

مرتبہ: منیر احمد و نیس احمدی۔ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۵ اپریل ۱۹۴۷ء

اس الہام کی روشنی میں قادیانیوں کے کردار کا ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل کے لئے باؤنڈری کمیشن میں ظفر اللہ کی شرکت سے ہی کام شروع کر دیا تھا کیونکہ یہ مسلم لیگی وکیل تھا انہی لئے اس تے کیس کچھ اس طرح تیار کیا کہ مسلم اکثریتی ضلع گورداسپور کو ملتری میں سجا کر بھارت کو پیش کر دیا جس سے راوی کا پانی اور کشمیر میں داخلے کا راستہ خود بخود انڈیا کو مل گیا۔ ان احمقانہ اور تباہ کن تجاویز کے پیچھے کون سے ہاتھ کار فرما تھے؟ ان کو دیکھنے کے لئے مرزا بشیر الدین محمود کا یہ الہام اور سر ظفر اللہ کی کتاب تحدیث نعمت میں ان کا یہ انکشاف ملا کر دیکھئے۔

"خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کا کیس تیار کرنے میں گراں قدر مدد فرمائی اور اپنے خرچ پر دفاعی امور کے ماہر پروفیسر سپیٹ کی خدمات انگلستان سے حاصل کی گئیں جو نقشہ جات کی مدد سے تمام دفاعی پہلو سر ظفر اللہ کو سمجھاتا رہا۔"

تقسیم ہند کے موقع پر سر ظفر اللہ کے گھناؤنے سازشی کردار کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب سلیم الحق صدیقی اپنے مضمون "تقسیم ہند اور مرزائی" میں لکھتے ہیں کہ

"اس سلسلہ میں ایک نظریہ یہ ہے کہ قادیانی اپنے مرکز قادیان کو کسی صورت میں بھی

پاکستان میں شامل ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ قادیان ہندوستان میں زیادہ محفوظ رہے گا اور اگر کبھی پاکستان سے انہیں فرار ہونا پڑے تو وہ بھاگ کر اپنے اصل مرکز میں واپس آسکیں۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ قادیان میں مرزائی لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اب بھی موجود ہے قادیان کیونکہ ضلع گورداسپور میں واقع تھا اور یہ ضلع پاکستان کو عارضی تقسیم میں مل گیا تھا لہٰذا مرزا محمود سخت پریشان تھا اور حد بندی کمیشن کے روبرو بحث میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی اور وہاں جا کر گھنٹوں بیٹھے رہنا اس کی بے قراری کو ظاہر کرتا تھا۔ پروفیسر اسپیٹ جو غالباً جغرافیہ کا پروفیسر تھا اس سے نقشے بنوا کر دیکھنا صرف ایک ایسے حل کی تلاش تھی جو ضلع گورداسپور کو پاکستان سے نکال دے۔"

موجودہ دور میں بھی قادیانی سن ۱۹۴۷ء والے الہام کی روشنی میں اپنے مذہبی عقیدے کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں۔ پاکستان میں ثقافت کے نام پر دین سے بیزاری کا ماحول پیدا کرنا مذہبی منافرت کو عام کرنا، لسانی عصبیتوں کو ہوا دے کر پاکستان میں صوبائی تعصب پیدا کرنا۔ ماڈرن ازم اور روشن خیالی کی آڑ میں مذہب کا مذاق اڑانا۔ پاکستان میں فسادات برپا کرنا قادیانی لابی کا نصب العین ہے۔ انہوں نے پاکستان کو کس حد تک تسلیم کیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے آج تک جتنے مردے دفن کئے ہیں سب امانتاً رکھے ہیں تاکہ اکھنڈ بھارت جیسا خوفناک خواب شرمندۂ تعبیر ہونے کی صورت میں انہیں قادیان دفن کیا جا سکے اور ان تمام قبروں پر اس قسم کی عبارت کے کتبے آج بھی درج ہیں۔ یہ وصیت گاندھی کے قاتلوں سے ملتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی وصیت کی تھی کہ ہماری راکھ کو اکھنڈ بھارت بننے کے بعد دریائے سندھ میں بہایا جائے۔

اس وقت سندھ میں جو فسادات رونما ہو رہے ہیں اور جس طرح خاک و خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے اس میں قادیانی نہایت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کی ہر ممکن یہ کوشش ہے کہ خدانخواستہ پاکستان کو نقصان پہنچا کر کسی نہ کسی طرح اکھنڈ ہندوستان کا ناپاک منصوبہ مکمل کیا جائے۔ علامہ اقبال مرحوم نے قادیانیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے پنڈت نہرو کو ایک خط میں لکھا تھا کہ "قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔" اس کے علاوہ اپنے ایک مقالہ میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ "قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔" لہٰذا آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام محب وطن حلقے ان غدارانِ دین و وطن کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور حکومت ان کا مکمل محاسبہ کرے تاکہ ان کی ملک دشمن سازشیں کامیاب نہ ہو سکیں۔

چمن چمن اُجالا

کاروانِ احرار منزل بہ منزل

ربوہ

حبیب اللہ رشیدی

مولانا اللہ یار ارشد فیصل لیبر یونین کے صدر منتخب ہو گئے
شاہراہِ احرار پر واقع قادیانیوں کے ۴۸ مکانات سے کلمہ طیبہ محفوظ کر دیا گیا۔
عید الفطر کی شام ربوہ کے بازاروں میں سرعام شراب نوشی اور گھروں میں وی سی آر پر فحش فلموں کا اہتمام۔
ہیروئن کا کاروبار عروج پر اور شراب ڈاکٹروں کی دکانوں پر
قادیانیوں کے دفاتر میں ماچس کی ڈبیوں سے جُوا کھیلا جاتا ہے۔

عالمی مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات مولانا اللہ یار ارشد ربوہ میں ہر محاذ پر مرزائیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں یہاں کی سماجی و سیاسی سرگرمیوں میں اُن کا کردار بھرپور اور مؤثر ہے جس کی وجہ سے علاقہ کے مسلم عوام اُن پر گہرا اعتماد کرتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ربوہ و چنیوٹ کی پہاڑیوں پر کام کرنے والے مزدوروں کی نمائندہ تنظیم فیصل لیبر یونین کے سات ہزار مسلم مزدوروں نے مولانا کو یونین کا صدر منتخب کر لیا۔ علاقہ کے تمام مسلمانوں نے مولانا کی کامیابی پر انہیں مبارکباد دی۔ اُنہوں نے مولانا کی کامیابی کو مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت قرار دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ربوہ میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس پر مرحلہ وار عملدرآمد کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے دوسرے مرحلہ میں شاہراہ احرار پر واقع قادیانیوں کے اڑتالیس مکانات سے کلمہ طیبہ کو محفوظ کر دیا گیا۔ دارکھانہ چوک پر قادیانیوں کی عبادت گاہ "مرزواڑہ" سے کلمہ طیبہ کا سٹکر اُتار کر اُسے محفوظ کر دیا گیا۔ یہ تمام کارروائی ڈی ایس پی چنیوٹ کی نگرانی میں ہو رہی ہے۔ اس کارروائی کے دوران ربوہ کے ایک مرزائی مرزا عبدالحق نے بڑی شدت کے ساتھ شہر میں پروپیگنڈہ کیا کہ جو شخص ہمارے مکانات یا مرزواڑوں سے کلمہ طیبہ ہٹائے گا "وہ کوڑھا" ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب مرزا عبدالحق پر نازل ہوا۔ اُس کے لکڑی کے ٹال اور کارخانے کو بجلی سے آگ لگ گئی تقریباً دو لاکھ روپے کا سامان جل کر راکھ ہو گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَار

مرزائی غنڈوں نے آرڈیننس پر عملدرآمد کے سلسلہ میں انتظامیہ کی مزاحمت کی پوری کوشش کی لیکن ناکام ہوئے۔

عید الفطر کی شام ربوہ کے بازاروں اور چوکوں میں مرزائی غنڈوں نے سرعام شراب نوشی کی اور غل غپاڑہ مچایا۔ دفا تر میں جوا کھیلتے ہے خصوصاً عید کے موقع پر ماچس کی ڈبیوں کے ساتھ جوا کھیلتے رہے۔ گھروں میں وی سی آر پر فحش فلموں کی خصوصی اہتمام کیا گیا۔ علاوہ ازیں آجکل ربوہ میں ہیروئن کا کاروبار عروج پر ہے۔ شراب ڈاکٹروں کی دکانوں پر کھلے عام دستیاب ہے۔ مرزائی شراب مذہباً جائز سمجھتے ہوئے پیتے ہیں کیونکہ مرزا غلام قادیانی کو "پلومر" کی وائن بہت پسند تھی اور خوب فرمائش سے منگوا کر پیتا تھا

رمضان المبارک میں مجلس احرار اسلام کے دونوں مراکز مسجد احرار اور مدرسہ ختم نبوت مسجد بخاری میں حافظ سعید احمد صاحب اور حافظ محمد شفیق صاحب نے قرآن کریم سنایا ختم قرآن کے موقع پر مولانا اللہ یار ارشد نے ان دو مقامات کے علاوہ دیگر آٹھ مقامات پر دینی اجتماعات سے خطاب کیا۔

پل چناب کے درمیان مرزائی ہر سال عید کے موقع پر محفل نشاط آباد کرتے تھے اور اس محفل میں وہ سب کچھ ہوتا تھا جس سے دین نے منع فرمایا ہے مجلس احرار اسلام کے مخلص کارکنوں اور مولانا اللہ یار ارشد نے سخت نگرانی کرکے یہ محفل منعقد نہ ہونے دی۔ اور اب کبھی بھی یہ جشن منعقد نہیں ہونے دیا جائے گا۔

مولانا اللہ یار ارشد نے ایک ملاقات میں بتایا کہ مجلس احرار اسلام ربوہ میں اخلاقی سماجی سیاسی اور دینی سرگرمیوں میں قائدانہ کردار ادا کر رہی ہے۔

چونڈہ ——— پاکستان کا ربوۂ ثانی

محمد شاہد شوکت احراری

- کلمۂ طیبہ اور شعائر اسلامی کی توہین ———
- علماء کرام اور صحافیوں کو دھمکیاں ———
- جرائم پیشہ مرزائی اسرائیل پہنچ گئے ——— مگر انتظامیہ رواداری کے نام پر تماشائی بنی ہوئی ہے
- حکومت کا جاری کردہ آرڈیننس انتظامیہ کے ہاتھوں مجروح ہو رہا ہے۔ ○ ——— انتظامیہ کے مرزائیوں سے کیا مفادات ہیں؟

مرزائی یہودیوں سے مل کر فلسطینی مسلمانوں سے خونی انتقام لے رہے ہیں

قادیانیوں کی اشتعال انگیزیاں ——— ایک بار پھر اپنے عروج پر

ہمارا وطن عزیز جب بھی کبھی نازک حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ ملک میں بسنے والا ایک مخصوص طبقہ جسے مرزائی کہتے ہیں اپنے مخصوص مذہبی و سیاسی نظریات کی روشنی میں اپنے روایتی طرز عمل کے مطابق اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر عوام میں اشتعال انگیزیاں اور افواہ سازی شروع کر دیتا ہے

ع اے بسا آرزو کہ خاک شُد

گزشتہ دنوں راولپنڈی کے عوام پر قیامت صغریٰ ٹوٹی اور معصوم جانیں خاک و خون میں نہا گئیں۔ اس عظیم سانحہ پر آنکھ اشکبار ہے اور ہر دل پُر درد ہے مگر یہ ملت ملعونہ مختلف طریقوں اور مذموم ہتھکنڈوں سے لوگوں کے زخموں پر نمک پاشی کا روایتی فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ اس کے اعوان و انصار تحریری اور تقریری ذریعوں سے لوگوں کو ورغلا کر دین اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کبھی عوام میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ "بھٹو مرحوم نے ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ہمارے ساتھ ظلم کیا جس کی سزا اس نے پالی ہے اور ملک کے موجودہ حکمران ضیاء الحق نے ہمیں شعائر اسلام استعمال کرنے سے روکا ہے اس لئے یہ بھی اپنے منطقی انجام سے نہیں بچ سکے گا"

کبھی اخبارات میں ان شیطانی الہامات کی اشاعت کرتے ہیں کہ "ہمارے کچھ اکابر کو سانحہ راولپنڈی کی اطلاع قبل از وقت مل گئی تھی اس لئے متاثرہ علاقے سے قادیانی عوام و خواص پہلے ہی محفوظ مقامات پر منتقل ہو چکے تھے" وغیرہم

مذکورۂ بالا بیان عوام اور حکومت وقت کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے جو حکومت اور تحقیقاتی اداروں کو سانحہ راولپنڈی کے مجرموں تک پہنچنے کا ایک واضح راستہ مہیا کر رہا ہے۔ یہ بیان اقبال جرم کی حیثیت رکھتا ہے کہ جس میں مجرم بذات خود اعتراف جرم کر رہا ہے۔ اگر ہم اس بیان کے بین السطور پر غور کریں تو ہمیں اس بات کا واضح اشارہ مل جائے گا کہ مبینہ تخریب کاروں نے انہیں قبل از وقت ہی آگاہ کر دیا تھا جس کی بنا پر یہ محفوظ مقامات پر منتقل ہو گئے یا یہ سانحہ مرزائیوں ہی کی تخریب کاری کا نتیجہ ہے۔

اگر اس کے باوجود بھی ہمارے حکمران روایتی لادین جمہوریت پسندی کا مظاہرہ کریں اور اپنی بے حسی کا ثبوت دیتے ہوئے تحقیقات کو اصل رخ سے موڑنے کی کوشش کریں تو اسے ناجائز رواداری کے

ذریعہ اصل حقائق چھپانے کی کوشش ہی قرار دیا جائے گا۔

علاوہ ازیں چونڈہ سے کئی جرائم پیشہ قادیانی جو کہ قانون کو کئی ایک مقدمات میں مطلوب تھے حکومت کی "وسعت قلبی" کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جرمنی کے راستے اسرائیل پہنچ کر اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کر رہے ہیں اور پاکستان کے عوام کا بدلہ نہتے اور بے گناہ فلسطینیوں کا خون بہا کر لے رہے ہیں۔

ارباب اقتدار و اختیار نے ملک کے مختلف حصوں میں قادیانی آرڈی ننس پر سختی سے عمل درآمد کرایا ہے مگر ربوہ ثانی "چونڈہ" کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ یہاں یہ فتنہ پسند گروہ علی الاعلان ملکی قانون کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔ اور ان کی نظر میں کسی بھی قانون کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں۔ برملا مکانوں، مکانوں پر کلمہ طیبہ آویزاں ہے۔ مگر انتظامیہ نامعلوم وجوہات کی بناء پر قانون پر عملدرآمد کرانے کی بجائے تماشائی بنی ہوئی ہے۔ آخر انتظامیہ کے مرزائیوں سے کیا مفادات وابستہ ہیں

ان تمام اشتعال انگیزیوں کو دیکھ کر جب چونڈہ کے غیور علماء مولانا حافظ قاری امان اللہ صاحب مولانا محمد صدیق اختر سلفی صدر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت اور مجلس احرار اسلام کے کارکنوں نے اپنے خطبات میں عوام الناس کو قادیانی فتنہ انگیزیوں، بیانات و شیطانی الہامات کے پس پردہ محرکات اور اس گروہ پرفتن کے تاریکی کردار سے آگاہ کیا۔ تو قادیانی دبے لفظوں میں، اور مختلف ذرائع سے ان علماء کو دھمکیاں وغیرہ دے کر اس آواز کو خاموش کرا دینا چاہتے ہیں۔

یہاں کے ایک غیور صحافی نمائندہ روزنامہ "مرکز" اور "ڈیلی رپورٹ"، منیر اختر گل نے ان کی اشتعال انگیزیوں کی خبریں اخبارات میں شائع کیں تو انہیں بھی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ مذکورہ بالا علماء اور غیور مسلمانوں نے انہیں مکمل تحفظ کا یقین دلایا ہے۔

ہم ارباب حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ خدارا اب تو خواب خرگوش سے بیدار ہو جائیے۔ اس گروہ مسموم کی فتنہ انگیزیوں کا نوٹس لیجیے۔ اور اپنی روایتی لادین جمہوریت کی آڑ میں ان کو کھل کھیلنے کا موقع نہ دیں۔ کیونکہ روز محشر کا حساب کتاب ایک اٹل فیصلہ ہے۔

پیچہ وطنی
حافظ حبیب اللہ چیمہ

○ امریکہ اور بلجیئم کے سفیروں کو خطوط لکھنے والا ملک دشمن مرزائی گرفتار
○ مرزائیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں مُردے دفن کرنے سے منع کر دیا گیا
○ رائے علی نواز خان کی حادثاتی اور المناک موت پر اظہارِ غم

عالمی مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں مولانا عبدالعلیم رائے پوری، عبداللطیف خالد چیمہ اور مولانا محمد الیاس قاسمی نے سابق صوبائی وزیر استمال اور بلدیہ چیچہ وطنی کے چیئرمین رائے علی نواز خان کی حادثاتی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

ایک تعزیتی بیان میں انہوں نے مرحوم کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ تحفظ ختمِ نبوۃ اور قادیانیت کے خلاف احرار کی جدوجہد میں رائے علی نواز خان مرحوم کے تعاون کو چیچہ وطنی کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ علاوہ ازیں گزشتہ دنوں مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے صدر خان محمد افضل کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ احرار رہنماؤں نے مرحومہ کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے اور ورثاء سے اظہارِ ہمدردی کیا ہے۔

پولیس تھانہ ہڑپہ نے نواحی چک نمبر ۱۰۸ — ۷ — آر کے ایک قادیانی نعیم اللہ (جو محکمہ آبپاشی کمالیہ کا ملازم ہے) کو زیرِ دفعہ ۲۹۸ اے الف گرفتار کر کے جیل بھیج دیا ہے اُس نے مبیّنہ طور پر امریکہ اور بلجیئم کے سفیروں کو اسلام آباد میں خطوط لکھے تھے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو مُرتد قرار دیا جا رہا ہے اس لئے اس کو سیاسی پناہ دی جائے۔ بتایا گیا ہے کہ یہ کارروائی وزارتِ داخلہ کے احکامات کے تحت عمل میں آئی ہے۔ احرار کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات و نشریات عبداللطیف خالد چیمہ نے مطالبہ کیا ہے کہ ملک دشمن کارروائی میں ملوث قادیانی کی تفتیش کا دائرہ وسیع کر کے ضلع ساہیوال کے سرکردہ قادیانیوں کو بھی شاملِ تفتیش کیا جائے اور ان کے خلاف مؤثر کارروائی کی جائے۔

ساہیوال انتظامیہ نے ایک حکم کے ذریعہ چک نمبر ۹/۱۱ – ۱۲ – ۷ میں مرزائیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں اپنے مُردے دفن کرنے سے منع کر دیا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے جدید و قدیم دونوں قبرستانوں میں سے کسی ایک میں بھی اپنا مردہ دفن نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اب مرزائی، عیسائیوں کے قبرستان میں دفن ہو رہے ہیں یہ کارروائی مجلس احرارِ اسلام کے مخلص کارکن اور چوہدری نعمت علی شہید کے فرزند چوہدری اصغر علی صاحب کی درخواست اور مسلسل محنت کے نتیجہ میں عمل میں آئی۔

خانپور

بدر منیر احرار

○ حکومتِ الٰہیہ کا قیام تمام مسائل کا حل ہے۔
○ غنڈہ گردی، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، مہنگائی اور بدامنی
○ سیرتِ رسول سے انحراف کا نتیجہ ہے۔

پاکستان بھر کے دوسرے شہروں کی طرح خان پور ضلع رحیم یار خاں میں بھی عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں اپنے منشور و پروگرام کے مطابق نقطۂ عروج پر ہیں۔ دینی محاذ پر احرار رضا کار اپنے فرائض نہایت تندہی اور دینی حمیت و غیرت کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں۔ گاہے بگاہے جلسہ و جلوس اور ماہانہ و ہفت روزہ اجلاس جاری ہیں۔ مقامی جماعت کے امیر مولانا عبدالقادر ڈاہر، مرزا عبدالقیوم بیگ، صوفی محمد عبدالستار، مولانا اللہ بخش صدیقی، حافظ محمود احمد، مولانا عبدالمالک، فیض القادر قاری عبدالمجید، مولانا ضیاء الحق ضیا، چوہدری خورشید احمد اور سعید احمد راجپوت جماعت کے روحِ رواں اور سرگرم کارکن ہیں۔ گزشتہ دنوں عالمی مجلس احرار اسلام خان پور کا بھرپور نمائندہ اجلاس زیرِ صدارت مولانا عبدالقادر ڈاہر منعقد ہوا جس میں کارکنوں نے کھل کر اپنا مافی الضمیر بیان کیا۔ مولانا عبدالقادر ڈاہر نے اپنے صدارتی خطبے میں ملک میں روز بروز بڑھتی ہوئی بدامنی کو حکومت کی نااہلی قرار دیا اور کہا جب تک ملک میں نظامِ حکومتِ الٰہیہ کا قیام عمل میں نہیں لایا جاتا اس وقت تک وطنِ عزیز سیاسی، معاشی اور سماجی مشکلات سے دوچار رہے گا۔

مرزا عبدالقیوم بیگ نے کہا کہ مرزائی اور کمیونسٹ ملک دشمن عناصر ہیں جو پورے ملک میں اسلام اور پاکستان کے خلاف کھلم کھلا سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے جب کہ ایک سازش کے تحت دینی قوتوں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ ملک میں روز افزوں بڑھتی ہوئی غنڈہ گردی، قتل و غارت اور مہنگائی سے عوام سخت پریشان ہیں مگر حکومت اپنے اقتدار کو طول دینے کی غرض سے مختلف حیلے بہانے کر رہی ہے۔ راقم نے کارکنوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مشن جانوں کا نذرانہ دے کر بھی جاری رہے گا۔ بانیٔ احرار حضرت امیر شریعت

نے تین مقاصد کو عملی جامہ
پہنانے کے لئے مجلس احرار اسلام کی داغ بیل ڈالی ۔ انگریز کا انخلاء، قادیانیوں کا محاسبہ اور نظام حکومت الہیہ کا قیام۔ بدقسمتی سے ملک سے بظاہر تو انگریز جا چکا ہے مگر اس کی روحانی اولاد اور اس کا فرسودہ مغربی نظام پوری قوم کی رگوں میں رچا ہوا ہے ۔ دیسی کالے قوانین کالے انگریزوں کی صورت میں آج تک قوم پر مسلط ہیں۔ صدارتی آرڈی ننس برائے امتناع قادیانیت کے باوجود مرزائی ٹولے کی ریشہ دوانیاں اسلام اور ملک کے خلاف جاری ہیں ۔ احرار کی کوششوں کے نتیجے میں مرزائیت دم توڑ رہی ہے ۔ انگریز کے خودکاشتہ پودے کے خلاف جہاد جاری ہے ۔ راقم نے گستاخان صحابہ کو خبردار کیا کہ وہ دشنام طرازی سے باز رہیں ۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ عزت و ناموس رسالت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا ۔ اجلاس میں چند قراردادیں منظور کی گئیں ۔ "خمینی کی کتاب" کشف الاسرار" پر پاکستان میں پابندی عائد کی جائے جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے متعلق خرافات لکھی گئی ہیں اور ان کی توہین کی گئی ہے۔

"عقد ام کلثوم" نامی کتاب جس میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق توہین آمیز مواد شامل ہے پر پابندی عائد کی جائے ۔ جب کہ بھارت مغربی بنگال میں پانچویں چھٹی کی نصابی کتاب بھارت رتن جس کا مصنف مہروپ کمار مہرجی پبلشر زمیرجی برادرز ہیں ۔ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی تصویر شائع کرنے اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے پر شدید احتجاج کیا گیا ۔ اس کتاب کی باقاعدہ منظوری مغربی بنگال کے سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ نے دے دی ہے ۔

پہلی دو کتابوں کی پاکستان میں اشاعت و تقسیم کے ذمہ دار افراد کے خلاف سخت تادیبی کارروائی عمل میں لانے کا مطالبہ کیا گیا جس کے لئے بھارت سے شدید احتجاج کرنے، ان کتابوں کی ضبطی اور معذرت تک تمام تر سفارتی تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ کیا گیا ۔ اجلاس میں سانحہ اوجڑی کیمپ راولپنڈی اسلام آباد پر گہرے صدمے، دکھ و غم کا اظہار کرتے ہوئے اس میں شہید ہونے والے افراد کے لئے دعائے مغفرت اور پس ماندگان و متاثرین سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان کی تاریخ کے اس بدترین واقعہ کے ذمہ دار افراد کو جلد بے نقاب کر کے سخت ترین سزا دی جائے

کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس و جامعات کے طلباء کیلئے

مقابلۂ مضمون نویسی

زیرِ اہتمام:- تحریکِ طلباءِ اسلام ملتان بہ تعاون حلقۂ اربابِ قلم ملتان

مقابلہ ۱ - عنوان - مولانا ابوالکلام آزادؒ --- قرنِ حاضر کا متکلمِ اعظم

مقابلہ ۲ - عنوان - امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ع "قبلہ اہلِ نظر نقشِ قدم تھے جس کے"

شرائط -

۱- ایک ہی صاحب دونوں مقابلوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔

۲- مضمون کم از کم ۸ فل اسکیپ سائز کے صفحات اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ صفحات پر مشتمل ہونا چاہیئے۔

۳- مضمون کے ساتھ اپنے تعلیمی ادارے کے کارڈ (شناخت نامہ) کی مصدقہ نقل (فوٹو کاپی) ضرور بھیجنا ہو گی۔

۴- مضامین کی وصولی کی آخری تاریخ ۲۰/ جولائی ۸۸ء ہے۔

پتہ:- معتمد حلقۂ اربابِ قلم ملتان، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

توحید و ختمِ نبوّت کے علمبردارو

ایک ہو جاؤ!

مرزائیوں کی سرمایہ دارانہ سیاسی سازشوں، مذہبی مکّاریوں اور سماجی قدروں میں مخفی فریب کاریوں کے محاسبہ و تعاقب کے لئے عالمی مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ تعمیر دینی مراکز کی تکمیل و تشکیل میں بھرپور تعاون کریں!

ہمارے دینی ادارے:

- جامعہ ختمِ نبوّت — مسجدِ احرار، متصل ڈگری کالج ربوہ فون ۸۸۶
- مدرسہ ختمِ نبوّت — بخاری مسجد، سرگودھا روڈ ربوہ
- دار العلوم ختمِ نبوّت — چیچہ وطنی فون ۹۵۳
- مدرسہ معمورہ — دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان
- مدرسہ معمورہ — مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان
- مدرسہ محمودیہ معمورہ — ناگڑیاں، ضلع گجرات
- مدرسہ ابوبکر صدیق — تلہ گنگ جنوبی
- یو کے ختمِ نبوّت مشن — (ہیڈ آفس: گلاسگو) برطانیہ

سیّد عطاء المحسن بخاری مدیر مدارس التحفیظ والمساجد

دارِ بنی ہاشم ◎ پولیس لائنز روڈ، ملتان - پاکستان ◎ ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان